بسم اللہ الرحمن الرحیم

یزید کی حمایت میں غیر مقلد بشیر الرحمٰن صدیقی کی
کتاب "حادثۂ کربلا کا حقیقی پس منظر" کا مدلّل اور تحقیقی جواب

# عظمتِ امام حسین (رضی اللہ عنہ)

اور

# حادثۂ کربلا کا اصلی پس منظر

مع

## ضمیمہ "حدیث قیصر" کا مفہوم

از قلم

(مولانا) محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ

# فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

کچھ عرصہ سے پاکستان میں ایسی کتابیں لکھی جا رہی ہیں جن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کے مقام کو بلند تر دکھانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے اور آج کی پڑھی لکھی دنیا کو مرعوب کرنے کے لئے تاریخی حوالوں کے خود ساختہ اقتباسات لکھ کر باور کرایا جا رہا ہے کہ یہ سارا کام تیرہ سو سال کے بعد تحقیق و تفتیش کی عمارت استوار کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے۔ حال ہی میں ایک یزیدی مولوی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "حادثہ کربلا کا حقیقی پس منظر" رکھا۔ لیکن اس کتاب کا کمال یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے جس قدر امام عالی مقام کی شہادت پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں اس کتاب نے سب راویوں کو کذاب کا خطاب دیکر رد کر دیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

" افسوس یہ ہے کہ بے سر دپا کہانیاں جھوٹے افسانے اور عقل اور

بصیرت سے دور کا واسطہ نہ رکھنے والے واقعات صرف اس لئے تراشے
گئے کہ ان سے ثابت کیا جائے کہ اسوقت کی حکومت میں دین وایمان
تقوٰی اور اسلام تو بڑی بات ہے ان میں تو انسانیت اور بصیرت بھی
نہیں تھی کہ بہتر آدمیوں کے مقابلے میں پانچ پانچ ہزار کا لشکر ترتیب
دیکر سفاکی اور درندگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ایک دوسری جگہ لکھتے
ہیں۔ مگر واقعہ شہادت امام کے سلسلہ میں جو تفصیلات کتابوں میں ملتی
ہیں وہ نہایت من گھڑت افسانے گریہ آور کہانیاں متضاد اور ناممکن
الوقوع واقعات کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔
سر مبارک چونکہ کاٹا ہی نہیں گیا تھا۔ لہذا یزید کے روبرو پیش کرنے کا
واقعہ فقط کذاب اور جھوٹے راویوں کی افترا ہے۔ اور بس۔ ناظرین
کرام دیکھا آپ نے بڑے بڑے بزرگ اور جلیل القدر صحابہ بھی
اس ظالم کے فتوٰی کی زد میں آگئے سب کو ہی کذاب لکھ دیا۔ نہ خدا
سے ڈرلے۔ نہ نبی پاک سے شرمائے اور حیرت کی بات ایک یہ بھی
ہے۔ کہ غیر مقلد ابو الکلام آزاد کو بھی کذاب بتا رہے ہیں اور ساتھ ہی
اس کو امام الہند کا خطاب بھی عطا فرما رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا
کہ مولوی صاحب اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اگر کوئی روایت یزید
کی تعریف میں مل جائے تو اس کو قبول بھی فرما لیتے ہیں خواہ اس کا راوی

کو پہلے کذاب ہی کا خطاب دے چکے ہوں۔ اور اس کتاب میں ایسی
مثالیں موجود ہیں۔ ناظرین کرام شاید آپ اس کتاب کے مصنف کا اسم
شریف معلوم کرنے کیلئے بے چین ہوں۔ تو لیجئے میں سب سے پہلے آپ
کی اس بیقراری کو دور کر دیتا ہوں۔ ان کا اسم شریف ہے۔
بشیر الرحمٰن صاحب صدیقی گوجرانوالہ۔ اگر آپ مجھ پر اعتراض کریں۔
کہ پھر تم نے ان کو یزیدی کا خطاب کیوں دیا۔؟ جب وہ اپنے آپ
کو صدیقی لکھ رہے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس کتاب کا مصنف
یزید سے بیحد محبت رکھتا ہے اور ساری کتاب ہی یزید کی تعریف میں
لکھ دی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کسی کے ساتھ محبت رکھے گا قیامت میں بھی اسی کے ساتھ ہوگا
بلکہ قیامت کے روز ہر آدمی اپنے اپنے امام کے ساتھ ہوگا۔ تو مولوی
صاحب کا امام بھی یزید ہے اور یزید کی محبت میں دیوانے ہو کر ایک جگہ
لکھتے ہیں کہ یزید حد درجہ متواضع و حلیم سنجیدہ و متین، خود بینی و تکبر سے مبرّا
اپنی زیر دست رعایا کا محبوب، تزک و احتشام شاہی سے متنفر، معمولی
شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والا اور مہذب تھا۔ اور جناب
عالی حوالہ بھی ایک انگریز عیسائی کی کتاب کا دے رہے ہیں۔ انسائیکلو
پیڈیا آف اسلام۔ پس میں نے اسی لئے جناب کو یزیدی کا خطاب دے
رکھا ہے۔ اور یہ ان کے مناسب بھی ہے اب ذرا یزید کے بارے میں

محقق ارباب تاریخ کی رائے بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ حضرت مولانا سیّد
نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ یزید بن معاویہ
ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام
کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے۔ اور جس پر ہر قرن میں دنیائے
اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر
کے ساتھ لیا جائے گا۔ یزید بد خلق، تند خو، فاسق، فاجر، شرابی،
بدکار، ظالم، بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے
ہودگیاں ایسی تھیں۔ جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ
بن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت
خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا۔ کہ اس کی بدکاریوں کے سبب
آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ (واقدی) محرمات کے ساتھ نکاح اور
سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔ مدینہ
طیبہ اور مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ
کی چوپائی سے زیادہ خطرناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار
اس وقت سے ڈرتے تھے کہ جب عنان سلطنت اس شقی کے
ہاتھ میں آدے۔ سنہ ۵۹ھ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔ کہ
یا اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سنہ ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔ اس
دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ جو حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ سنہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں

کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔

اور یانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء صحابی (رضی اللہ عنہ) سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ حضور نے فرمایا۔ کہ میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا۔ جس کا نام یزید ہوگا۔ (سوانح کربلا صفحہ ۷۹)

## فضائلِ امام حسین رضی اللہ عنہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "امام حسین مجھ سے ہیں۔ اور میں امام حسین سے ہوں۔ جس نے امام حسین کو محبوب رکھا اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھے گا۔ کیونکہ حسین میری اولاد میں سے ہے۔"

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حسن اور حسین دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "امام حسن اور امام حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں"۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہلبیت میں سے کون زیادہ عزیز ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔ تو تم کبھی بھی گمراہ نہ ہو سکو گے۔ پہلی چیز کتاب اللہ اور دوسری چیز اہل بیت یعنی میری اولاد۔

یہ پانچوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف سے نقل کی گئی ہے۔

ناظرین کرام غور فرمایئے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کوئی ایسی حدیث بیان فرمائی ہے۔ کہ جس سے یزید پلید کی تعریف ثابت ہو سکے؟ امام حسینؓ کے لئے تو بکثرت حدیثیں موجود ہیں۔ جن میں آپ کے فضائل موجود ہیں اگر تمام دنیا کے یزیدی مولوی جمع ہو کر حدیثوں کی تلاش کریں۔ انشاءاللہ تعالیٰ قیامت کی صبح تک ایک بھی حدیث ایسی پیش نہیں کر سکیں گے کہ جس میں یزید پلید کی تعریف ثابت ہو سکے۔ تمام یزیدی علما سے ایک سوال کرتا ہوں جواب دیجئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو تم کبھی بھی گمراہ نہ ہو

سکو گے ۔ پہلی چیز قرآن شریف ہے اور دُوسری اہلِ بیت
یعنی میری اولاد۔ پس بتاؤ ایمان سے دُوسری چیز کونسی ہے ؟
امام حسین رضی اللہ عنہ یا یزید ؟ یہ تاریخ تو نہیں یہ تو نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے جس کا انکار بے دینی ہے
اگر تم یہ کہو کہ دوسری چیز یزید ہے تو یہ ظلمِ عظیم ہے اور حدیث
پر افتراء ہے اور حدیث پر افتراء کرنے والا جہنمی ہے کیونکہ
حدیثِ پاک میں ہے کہ جو مجھ پر جھوٹ لگائے تو وہ اپنا ٹھکانہ
جہنّم میں تلاش کرے ۔ اسی حدیثِ پاک سے ثابت ہو گیا کہ دوسری
چیز امام حسین رضی اللہ عنہ' ہیں جو اہلِ بیت میں سے ہیں اور
حق پر تھے ۔ اور حق بھی یہی ہے کیونکہ وہ جنّتی نوجوانوں کے سردار
ہیں ۔ اور جنّتی جوانوں کے سردار خلیفہ بر حق کے باغی نہیں ہو
سکتے ۔ اور اسی حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ یزید پلید
فاسق فاجر تھا کیونکہ جنّتی نوجوانوں کے سردار نے اس کی بیعت
اس لئے نہیں کی کہ وہ فاسق و فاجر تھا ۔

اب اگر کسی یزیدی مولوی نے دُوسری چیز یزید کو سمجھ کر
جہنّم کا راستہ خرید لیا ہے تو یہ اس کی بدنصیبی ہے ۔ اور یہ
بھی حدیث شریف میں ہے ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جو حضرت علی و فاطمہ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم سے لڑائی کرے تو میں اس سے لڑوں گا۔ اب فیصلہ تم کر لو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کس نے کی۔ اور بخاری شریف میں یہ بھی حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ میرے دوست سے دشمنی کرے میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور یہ یاد رکھو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں جنہوں نے سارا کنبہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں شہید کروا دیا۔ تو تم سب یزیدی مولوی مل کر فیصلہ کر لو کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی کس نے مول لی ہے؟ (کیا رشتہ داری سے ایمان و اسلام ثابت ہو سکتا ہے؟)

ناظرین کرام غور فرمائیے اس کتاب میں رشتہ داری پر بڑے بڑے زور سے قلم چلایا گیا ہے اور امامِ عالی مقام کے قاتلوں کی رشتہ داریاں بتا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصل قاتل کوئی اور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مقامِ افسوس۔

صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے۔ اس واقعہ فاجعہ میں جو کردار ظلم میں سب سے نمایاں اور پیش پیش

نظر آتا ہے وہ رشتہ میں امام حسین علیہ السلام سے بہت ہی قریب ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیا وجہ ہے۔ ان قرابت داروں نے اپنے سر اپنے ہی نیزوں پر کیوں اُچھالے۔ اپنی گردنیں اپنی ہی تلواروں سے کیوں کاٹیں۔ کیا عَقل باور کرتی ہے۔ یا شعور و آگہی اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا؟ آئیے وہ نقشہ ملاحظہ فرمائیے جو قرابت و مصاہرت کے سلسلے میں کتب انساب میں مندرج ہے۔ آگے ایک طویل فہرست رشتہ داریوں کو ثابت کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

لیکن یہ بھی مصنّف کتاب کی جہالت کی ایک بیّن دلیل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن شریف سے ناواقف ہیں کہ رشتہ داری سے ایمان اور خلافتِ حقّہ کا ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ رشتہ داری ایمان اور خلافتِ حقہ کی ہر گز دلیل نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی حضرت ہابیل کو قتل کر دیا۔ اور قارون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور بیشمار خزانوں کا مالک تھا۔ چونکہ وہ اللہ تعالےٰ کا باغی تھا لہٰذا اس کو بھی زمین میں دھنسا دیا گیا۔

اگر رشتہ داری پر ہی ایمان اور اسلام کا دارومدار ہوتا تو حضرت

نوح علیہ السلام کے بیٹے کو غرق نہ کر دیا جاتا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام اُس لڑکے کو قتل نہ کرتے۔ اور اگر ایمان اور اسلام کا دارو مدار رشتہ داری پر ہی ہوتا تو ابوجہل و ابولہب وغیرہ جہنّم میں نہ جاتے۔ اسی لئے میں نے مصنّف کتاب کو قرآن سے ناواقف لکھا ہے بلکہ حدیث شریف سے بھی ناواقف ہے۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے چاچا ابوطالب کو آپ کی خدمت کی وجہ سے کیا فائدہ پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا میری وجہ سے وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ رشتہ داری ایمان اور اسلام کے لئے کچھ فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔

## کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دل میں خلافت کی تمنّا تھی؟

اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے۔ امام حسین اور خواہشِ اقتدار لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے شروع کئے کہ وہ حضرت امام کے دل میں خلافت کی تمنّا اور اس کے حصُول کی آرزو سے آگاہ تھے۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیے۔ کیسے کیسے جھوٹ اور بہتان آپ کی ذاتِ پاک پر لگا رہے ہیں۔ اس الزام میں ذرا بھر صداقت نہیں۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔ حضرت علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ اوراقِ غم کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ مکّہ معظمہ میں پہنچے تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے عرض کیا کہ اے امام ابنِ امام آپ اس وقت یہاں کے خلیفہ ہیں اور ہم سب حضور کے غلام ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ منصبِ خلافت آپ کو اور آپ کے آباؤ اجداد کو بھی شایاں ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن زبیر قسم ہے مجھ کو میرے جدِ امجد کی قبرِ مبارک کی میں نہ خلیفہ ہوں گا۔ نہ میرا ارادہ خلافت کا ہے اور نہ میں اس ارادہ سے مکّہ میں آیا، بلکہ محض چند روز یہاں گذارنے آیا ہوں۔ یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔ حالانکہ مکّہ معظمہ کی خلافت آپ کے لئے بیحد باعثِ برکت تھی۔ پھر بھی آپ نے انکار فرما دیا تھا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۶ پر بھی لکھا ہوا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے حضرت امام حسین سے مکّہ معظمہ کی خلافت کی پیش کش فرمائی تھی مگر آپ نے انکار فرما دیا تھا۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کہ آپ کے دِل میں خلافت کی آرزو تھی ۔ یہ سراسر امام عالیمقام پر افتراء ہے ۔ یہ تو عقلِ سلیم بھی تسلیم نہیں کرتی ۔ اگر آپ خلافت کے حصُول کے لئے تشریف لے جاتے تو کم از کم کچھ فوج لے کر جاتے ۔ نہ صرف بیاسی ۸۲ افراد جن میں بچے بھی بیمار بھی مستورات بھی اور ضعیف بھی، اور بغیر سامانِ حرب کے خالی ہاتھ ؟ اور کوفی لوگ بھی بے دفا ثابت ہو چکے تھے ۔ ان پر اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ ہر گز خلافت کے حصُول کیلئے نہیں بلکہ آپ قرآن وحدیث کی پیروائی اور خلفائے راشدین کی سُنّت میں قیامِ خلافت کے خواست گار تھے ۔ اصل میں امام عالیمقام کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح حکومتِ الٰہیہ قائم ہو جائے ۔ خواہ خلیفہ کوئی بھی ہو ۔ اگر یزید نیک ہوتا تو امام عالی مقام بھی یزید کی بیعت کر لیتے ۔ جس طرح امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی ۔ اور خلافت اُن کے حوالے کر دی تھی ۔ اِسی بات سے ثابت ہو گیا کہ یزید فاسق فاجر تھا لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی ۔ اگر امام حسین یزید کی بیعت کر لیتے تو ہمیشہ کے لئے مثال قائم ہو جاتی ۔ کہ مسلمانوں کا خلیفہ فاسق فاجر شرابی بھی ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ امام حسین نے فاسق

کی بیعت کر لی تھی۔

قاری محمد طیّب شہید کربلا صفحہ ۸۱ پر لکھتے ہیں۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و جراءت اور ہمّت و شجاعت قلب کا سب سے بڑا ظہور اسی واقعہ کربلا سے ہوا ہے کہ جس چیز کو وہ حق سمجھ چکے تھے اس پر جان دینی گوارا کی۔ مگر باطل کے آگے سر جھکانا گوارا نہیں کیا اور باوجود بے یاری و مددگاری کے یکہ و تنہا باطل کے مقابلہ میں آگئے اور شہادت عظمیٰ کے مقام پر جا پہنچے

قاری صاحب کے اس بیان سے بھی ثابت ہو گیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور یزید باطل پر تھا۔ اب ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں علامہ مشتاق احمد نظامی اپنی کتاب کربلا کا مسافر میں لکھتے ہیں۔

کہ عباسی صاحب کے معتمد مؤرخ ابن خلدون امام حسین رضی اللہ عنہ کے مؤقف اور یزید کی سیرت اور کردار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

لیکن امام حسین کا معاملہ یہ ہے کہ یزید کا فسق و فجور جب تمام اہل زمانہ پر آشکارا ہو گیا تو کوفہ کے محبین اہلبیت نے امام حسین کے پاس چٹھی بھیجی کہ وہ کوفہ تشریف لائیں اور اپنا منصبی فریضہ سنبھال لیں۔ امام حسین نے بھی دیکھا کہ یزید کی نا اہلیت اور اس کے فسق کی وجہ سے اس کے خلاف اقدام اپنی جگہ مقرر اور ثابت

ہو گیا۔ خاص کر اس شخص کے لئے جو اس امر پہ قدرت رکھتا ہو۔
اور اپنے متعلق امام حسین کا گمان یہ تھا کہ وہ اس کام کے اہل ہیں
اور انہیں اس کی قدرت حاصل ہے۔ کربلا میں امام حسین کے
ساتھ جو معرکہ پیش آیا اس کی بابت علامہ لکھتے ہیں۔

یعنی حسین اپنے واقعہ قتل میں شہید اور مستحق اجر و ثواب
ہیں۔ اپنے اقدام میں وہ حق پر تھے اور یہ اُن کا اجتہاد تھا۔

ناظرین کرام غور فرمائیے۔ کیا اس صراحت کے بعد کہ امام حسین
رضی اللہ عنہ یزید کے خلاف اپنے اقدام میں حق پہ تھے کسی بحث
کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ اب ایک بہت بڑے عالم فاضل کا
حوالہ پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید تخت سلطنت پہ بیٹھا اور
اس نے اپنی بیعت لینے کے لئے اطراف و ممالک سلطنت میں
مکتوب روانہ کئے۔ مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے
کیلئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
تو آپ نے اس کے فسق و ظلم کی بنا پر اس کو نا اہل قرار دیا۔
اور بیعت سے انکار فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر نے بھی۔ حضرت
امام جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا

اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ لیکن امام کے دیانت و تقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع و احکام کی بے حرمتی اور دین مضرت کی پرواہ نہ کریں۔ اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزندِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کس طرح ممکن تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا اور آپ کی عافیت و راحت میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس جمع ہو جاتی۔ لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہو جاتا۔ یزید کی ہر بدکاری کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعتِ اسلامیہ و ملتِ حنفیہ کا نقشہ مِٹ جاتا۔ صلا۸

(سوانح کربلا مصنفہ حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادیؒ)

اب ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمایئے جو تحفۃ الہند کے ص ۳۵ پر لکھا ہوا ہے۔

حاجی محمد حسین صاحب جو غیر مقلد ہیں اور ہندو سے مسلمان ہوئے تھے لکھتے ہیں کہ تواریخ کی کتابوں میں ظاہر ہے کہ یزید

پلید جب خلیفہ ناحق بن گیا۔ اس نے چاہا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے بیعت کریں اور میری مطابعت اختیار کریں۔ فرزند رسول علیہ السلام نے جانا کہ اس فاسق نالائق سے بیعت کرنی برخلاف طریقہ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے پس اس کی بیعت سے انکار کیا۔ اور اسی سبب سے اپنی جانِ عزیز اللہ کی راہ میں قربان کی اور شدتِ پیاس کے اور طرح طرح کی سختیاں اٹھا کر معہ اکثر صاحبزادوں کے شہید ہوئے لیکن اس نابکار کی متابعت اختیار نہ کی۔ سبحان اللہ حوصلہ ہو تو ایسا ہی ہو۔

قاری محمد طیب "شہیدِ کربلا کے صفحہ ۱۴۸" پر لکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تھا تو انہوں نے اسے بیس کوڑوں کی سزا دی۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۳۱۱/۱۱۔ حالانکہ عمر بن عبدالعزیز خود بھی بنی امیہ میں سے ہیں۔ مگر حق پرست بنی امیہ میں سے ہیں۔ مطلقاً بنی امیہ میں سے نہیں اور حق پرست کی کھلی علامت یہی ہے کہ خود نیک ہو کر نیک کو نیک کہے اور بد کو بد خواہ اپنا ہو یا پرایا۔

اب تمام فقہاء محدثین، متکلمین اور محقق اربابِ تاریخ کی

تحریروں سے ثابت ہوگیا کہ یزید پلید فاسق فاجر تھا اور امام حسین عالی مقام حق پر تھے اور یزید باطل پر تھا۔ یہ جنگ حق و باطل کی تھی۔

ایک اہم ترین سوال جو معرکۂ کربلا کی پُوری داستان کا محور ہے۔ اور اسی اساس پر موجودہ تاریخ کا ایوان کھڑا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ، اور اہل بیت کا قاتل کون ہے؟ اس کتاب کے چالیس[۴۰] ورق سیاہ کرنے کے باوجود بھی اِس یزیدی مولوی کا قلم اس حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی نہیں کرسکا۔ کہ امام حسین واہلِ بیت کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے۔ اور اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نہ یزید نے قتلِ حسین کا حُکم دیا اور نہ اس سے راضی تھا اور نہ ابن زیاد کے دامن پر کوئی داغ ہے اور نہ ہی ابنِ سعد کی تلوار پر کوئی دھبّہ۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شروع سے لے کر آخیر تک سب کے سب بے گناہ و بے تعلق ہیں۔ تو پھر آخر حسینی قافلے کے بہتّر[۷۲] مُسافروں کی لاشیں کربلا کی خاک پر تڑپ تڑپ کر کیسے سرد ہوگئیں؟

اور یہ بھی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ تمام واقعہ آناً فاناً

وقوع پذیر ہوا۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ بھر میں اختتام تک جا پہنچا۔ قیلولہ میں جتنی دیر کے لئے آنکھ جھپکی جاتی ہے۔ بس اتنی دیر میں ہی سب سے آخری شخص ان میں سے قتل ہو چکا تھا۔ یہ مضمون شاید آپ نے عباسی کی کتاب خلافتِ معاویہ و یزید سے لیا ہے۔ کیونکہ وہاں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

علامہ مشتاق احمد نظامی اپنی کتاب "کربلا کا مسافر" میں لکھتے ہیں کہ اس سے ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ یزیدی فوج کے خونخوار درندے آلِ پیغمبر کی گھات میں بیٹھے تھے اور حسینی قافلے کو دیکھتے ہی چیل، کوؤں، گدھ اور کتوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ نہ رسم مہر سے واقف نہ آئینِ وفا جانتے۔ وہ نہ تو رسم سلام و کلام سے آشنا تھے اور نہ ہی ادائے میزبانی کے طرز سے، اس کے سوا اور کیا کہا جائے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

اتنا لکھ دینے سے نہ تو یزید کی پیشانی سے کلنک کا ٹیکہ صاف ہو گیا اور نہ ہی عبید اللہ بن زیاد اور عمرو بن سعد کے دامن سے خون کے چھینٹے دُھل گئے۔ ظالم ظالم رہا اور مظلوم مظلوم۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ لوگ قتل کرنا چاہتے تو ممکن تھا۔ لیکن ایک کے پیچھے ایک چھپتا تھا کہ وہ اس کام کو کرے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہنگامہ میں آپ کو بھی تیر یا تلوار کا زخم آگیا ہو اور آپ شہید ہو گئے ہوں۔ پھر ایک جگہ لکھتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ انہی کوفیوں نے جو آپ کے ساتھ مکہ معظمہ سے آئے تھے یا جو بعد میں شامل ہو گئے تھے آپ کو شہید کر دیا ہو اور یہی ان کی خواہش تھی۔

ناظرین کرام غور فرمایئے یہ "حادثۂ کربلا کا حقیقی پس منظر" بیان ہو رہا ہے۔ ساری کتاب تلاش کر جائیے کہیں بھی آپ کو حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قاتل کا سراغ نہیں مل سکے گا۔ یزید اور یزیدیوں کو اس ظلم سے بچانے کے لئے کیسے کیسے مکر و فریب سے کام لیا ہے۔ دیدہ دانستہ اصل قاتلوں کو گلے سے لگا کر چھپا رکھا ہے اور دعوٰے یہ ہے کہ شہید کربلا کے مجرم کوئی اور لوگ ہیں۔ یہیں کہیں کمین گاہوں میں چھپے ہوئے ہوں گے۔ ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ ان کو وہاں سے نکال کر مجرموں کے کٹہرے میں

عوامی عدالت کے سامنے پیش کر دیں گے۔ لیکن باوجود اس دعوے کے مصنّف کتاب بہت بری طرح ناکام ہوا۔ کسی ایک قاتل کا نشان بھی نہ دے سکا۔ خدا جانے امام صاحب کے قاتلوں سے اس قدر محبّت کیوں ہے؟ کیوں ان کو چھپا رکھا ہے؟ عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کرتے؟ میرے خیال میں اگر آپ امامِ عالی مقام کے قاتلوں کی تلاش میں کوفے میں مختار کے دربار میں تشریف لے جاتے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی ضرور آپ سے ملاقات ہو جاتی۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ مختار کے حکم سے سب قاتلوں کے سر کاٹ کر مختار کے سامنے رکھے گئے تھے۔ ان میں ابنِ زیاد اور ابنِ سعد وغیرہ کے سر بھی موجود تھے۔ اگر وہاں جانے کی تکلیف آپ گوارا فرماتے تو سروں کی زیارت کے علاوہ ایک عجب نظارہ بھی دیکھتے کہ ابن زیاد کے سر کے منہ میں ایک سانپ گھس کر ناک سے نکلتا اور پھر ناک میں گھس کر منہ سے نکلتا بھی دیکھتے۔ اور پھر آپ کو یقین بھی ہو جاتا۔ کہ جن لوگوں کو اس ظلمِ عظیم سے بچانے کے لئے دامن میں چھپا رکھا تھا اصل میں قاتل یہی تھے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے اتحادِ ملّت کیلئے حضرت امام حسین کی شرط چونکہ انتہائی پرخلوص اور معقول تھی لہٰذا شکریہ کے ساتھ قبول کی گئی اور فیصلہ ہوا کہ گورنر کا ایک دستہ آپ کی معیّت میں عازم دمشق ہوگا۔ جو حضرت امام کو یزید تک پہنچانے کی خدمت انجام دے گا۔ نیز حضرت امام کو بھی اس فیصلہ سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے اعتراض نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دستہ آپ کے ساتھ بغیر کسی تلخی کے و آویزش اور جھگڑا و فساد کے نہایت حسن و سلوک، خوش اخلاقی اور عزّت و احترام کا مظاہرہ کرتا ہوا کربلا تک پہنچا۔

جناب صدّیقی صاحب میں آپ سے اسی مقام پر سوال کرتا ہوں کہ جب یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ گورنر کا دستہ حضرت امام عالی مقام کو یزید تک پہنچانے کی خدمت سرانجام دے گا تو پھر وہ فوجی دستہ آپ کو کربلا میں کیوں لے گیا؟ یزید کے پاس کیوں نہ لے گیا؟ پھر آپ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین کے قافلہ میں زیارت کے بہانے کوفیوں کی آمد شروع ہوگئی اور ان کی تعداد میں دم بدم اضافہ ہو رہا تھا اور ۲۴۰ افراد جمع ہوگئے۔

اب آپ سے دوسرا سوال یہ ہے جب کہ حر بن یزید بحکم
گورنر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور اصرار کر رہا تھا
کہ آپ سیدھے امیر کوفہ عبداللہ بن زیاد کے پاس چلیں
گے اور کوئی صورت قابل قبول نہیں ہو سکتی اور حضرت حر کے
پاس ایک ہزار فوجی جوان بھی تھے۔ جیسا کہ آپ نے اسی کتاب
کے صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے۔ اور علاوہ اس کے گورنر کا فوجی دستہ بھی
موجود تھا اور مقام بھی کوفہ سے کئی میل دور تھا اور جنگل بھی
ریگستان تھا۔ ایسی صورت میں زیارت کے بہانے کوفیوں کا آنا
اور ۲۴۰ تک آدمیوں کا جمع ہو جانا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟
جبکہ امام عالی مقام ایک ہزار فوجی جوانوں کی حراست میں تھے
ایسی خطرناک صورت میں کیوں کوفیوں کو امام کے قافلے میں جانے
کی اجازت دی گئی۔ یہ سراسر جھوٹ ہے اس میں ذرہ بھر
صداقت نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت کسی تاریخ کی کتاب
میں ملتا ہے۔ یہ صرف یزید، ابن زیاد، ابن سعد کو اس ظلم عظیم
سے بچانے کے لئے من گھڑت داستان لکھی گئی ہے۔ جس کا آپ
کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور عقل سلیم بھی اس جھوٹی داستان کو
قبول نہیں کرتی۔ جب آپ نے یکسر سب راویوں کو کذاب لکھ کر

اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے تو آپ کے پاس کونسی آسمانی وحی آرہی ہے ؟ آپ کی من گھڑت روایتوں کو کیسے مان لیا جائے ؟ جبکہ آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ آپ نے کسی مستند کتاب کا حوالہ بھی پیش نہیں کیا۔ یہ صرف یزید کی محبّت اور اہل بیت اطہار کا بغض آپ کو بے سر و پا کہانیاں اور جھوٹی روایتیں لکھنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اگر آپ کے دل میں کچھ بھی خُدا کا خوف ہوتا تو آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا ثبوت پیش کرتے اور ان پر نکتہ چینی کرنے سے باز رہتے اور آپ کے نانا پاک کی شفاعت کے بھی مستحق ہوجاتے۔

اس کتاب کے صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے۔ چنانچہ بوقت صبح جب حفاظتی دستہ نے اپنا مطالبہ دُہرایا۔ مِلّت کے بدخواہ کوفیوں نے طے شدہ پروگرام کے تحت پہلے مشتعل ہوئے اور پھر اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ حملہ اس شدّت سے کیا گیا تھا کہ حفاظتی دستہ کو جو اس بدترین منصوبے سے قطعاً بے خبر تھا اور اسلحہ سے بھی خالی، کو اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام صفحہ ۱۱۶۲ میں اس بات کا تذکرہ ذکرِ حضرت حسین میں موجود

ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ گورنر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کو یزید نے حکم دیا کہ حسینی قافلے کے ہتھیار لینے کی تدابیر کرے اور ان کو جھگڑا و فساد پھیلانے سے باز رکھے۔ مگر حضرت حسین اور اُن کے مُٹھی بھر متبعین نے اپنے سے طاقتور فوجی دستہ پر جو اُن سے ہتھیار رکھوانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ غیر مال اندیشانہ طور پر حملہ کر دیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام صفحہ ۱۱۶۲۔ یہ ہے حادثہ کربلا کا حقیقی پس منظر۔

ناظرینِ کرام۔ اس مضمون کو ذرا دوبارہ پڑھنے کی کوشش کیجئے اور غور فرمائیے یزید کی محبّت نے اس یزیدی مولوی صاحب کو بدحواس کر دیا ہے۔ یزید بھی شرابی تھا اور اس یزیدی مولوی کا قلم بھی بدمست شرابی کی طرح چل رہا ہے۔ کچھ کا کچھ لکھ رہا ہے۔ پہلے جملہ میں لکھا کہ ملّت کے بدخواہ کوفیوں نے فوجی دستہ پر ایسا شدید حملہ کر دیا کہ فوجی دستہ کو اپنی جان بچانا مشکل ہو گئی۔ دوسرے جملہ میں لکھا کہ حضرت حسین اور اُن کے مُٹھی بھر متبعین نے اپنے سے طاقتور فوجی دستہ پر غیر مال اندیشانہ طور پر حملہ کر دیا۔ اور جناب حوالہ بھی ایک انگریز عیسائی کی کتاب سے پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ آپ نے سب مسلمان مؤرخین کو کتاب

لکھ کر رد کر دیا ہے۔ اس لئے اب عیسائی مذہب کا سہارا لے کر یزید کی محبّت کا حق ادا کر رہے ہیں اور یہ نہیں سوچا کہ عیسائی اسلام کے دشمن ہیں پلید اور مشرک ہیں۔ شاید آپ اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حملہ کا آغاز امام عالی مقام کی طرف سے ہوا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے بہتان ہے۔ حضرت امام حسین نے اپنے قافلہ کو سختی سے منع کر رکھا تھا کہ خبردار میری طرف سے کوئی بھی جنگ کی ابتدا نہ کرے۔ تاکہ اس خون ریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اس اقدام سے آلودہ نہ ہو۔

ناظرین کرام غور فرمائیے اس حوالہ میں جو اوپر نقل کیا گیا ہے کس قدر بے ادبی کے الفاظ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھے گئے ہیں۔ مثلاً ان کو جھگڑا فساد پھیلانے سے باز رکھے اور غیر مال اندیشانہ طور پر حملہ کر دیا۔ یہ سب الفاظ امام عالی مقام کی شان میں سخت بے ادبی اور گستاخی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اسی لئے تو انگریز عیسائی کی کتاب کا حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ اہلِ بیت کی محبت رکھنے والا کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جراءت نہیں کر سکتا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے کہ :

اِن واقعات کو افسانہ کہنے سے میرا قطعاً یہ مقصود نہیں ہے کہ آپ کی شہادت واقعی نہیں ہے۔ یا آپ مظلوم نہ تھے اور آپ کے قاتل ظالم اور مجرم نہیں ہیں۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یقیناً مظلوم اور شہید ہیں۔ آپ کے قاتل یقیناً جہنمی اور ملعون ہیں۔ اگر آپ کی نظر میں آپ کا یہ بیان صحیح ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ظلم کس کی حکومت میں ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ اور کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشر رضی اللہ عنہ کو کس نے معزول کیا اور کیوں کیا؟ اور ان کی بجائے ابن زیاد کو بصرہ سے بلا کر کس نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور کیوں کیا؟ اور عمرو بن سعد کو رے سے بلا کر امام حسین کے لئے پانچ ہزار فوج دے کر کس نے بھیجا؟ اور کیوں بھیجا؟ اور پھر حُر بن یزید کو ایک ہزار فوج دے کر امام حسین کو روکنے کے لئے کس نے بھیجا اور کیوں بھیجا؟ اگر آپ کے پاس کوئی جواب ہے تو بتاؤ۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو کس نے چھت سے گرا کر شہید کیا۔ اور آپ کے دو کمسن بچوں کو کس نے بے دردی سے ذبح کر کے شہید کیا

اور کیوں کیا ؟ اُس وقت تو ابن زیاد کوفہ کا گورنر مقرر ہو چکا تھا اور واقعہ بھی کوفے شہر کا ہے کربلا کا نہیں۔ کیوں اس قدر ظلم ہوا ؟ اور کس کی حکومت میں ہوا اور کیوں ہوا ؟ اب سب یزیدی مولوی اکھٹے ہو جاؤ اور ایک سوال کا جواب دو کہ مسلم بن عقبہ کو بیس ہزار کا لشکر گراں دیکر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کیلئے کس نے بھیجا ؟ اور کیوں بھیجا ؟ مدینہ شریف میں سات سو صحابہ کو شہید کیا۔ دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ شہید کئے اور کیوں کئے ؟ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائیگاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے اور مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے گئے اور تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے۔ غرضیکہ ایسے ایسے ظلم کئے گئے کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔

بتائیے یہ ظلم کس کی حکومت میں ہوئے اور کیوں ہوئے ؟ آپ جو لکھ رہے ہیں کہ واقعہ حرہ کے اسباب کچھ اور تھے۔ وہ اسباب تو ظاہر فرمائیے۔ پھر یہ بھی بتائیے کہ یہی لشکر مکہ معظمہ بھیج کر حرم شریف کی بے حرمتی کس نے کرائی۔ مکہ معظمہ حرم شریف پر پتھر پھینکے گئے۔ اِس سنگ باری سے حرم شریف

کا صحن بھر گیا۔ مسجد حرم شریف کے ستون لوٹ پڑے۔ کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو آگ لگا کر جلا دیا گیا۔ فرمائیے یہ مظالم کس کی حکومت میں ہوئے اور کیوں کئے گئے؟ یقیناً یزید کی حکومت میں ہوئے اور یزید نے کرائے۔ جس روز کعبہ معظمہ کی یزید کے حکم سے بے حرمتی ہوئی۔ اسی روز یزید پلید کی ہلاکت کی خبر پہنچی اور وہ دمشق میں واصلِ جہنم ہوا۔ انشاء اللہ تعالےٰ واقعہ حرہ تفصیل سے بیان ہوگا۔

اِسی کتاب کے صفحہ ۷۶ پر ملاں یزیدی صاحب تحریر کرتے ہیں:

سر مبارک چونکہ کاٹا ہی نہیں گیا تھا لہٰذا یزید کے روبرو پیش کرنے کا واقعہ فقط کذاب اور جھوٹے راویوں کی افتراء ہے اور بس۔ حالانکہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشتری میں رکھا ہوا لایا گیا تو اس نے ان کے سر مبارک کو لکڑی سے ہلاتے ہوئے کہا کہ اس کے حسن میں کیا چیز ہے۔ تو میں نے کہا خدا کی قسم امام حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ اس وقت آپ کے سر مبارک میں وسمہ کا خضاب لگا ہوا تھا (بخاری شریف)

ترمذی شریف میں بھی ایسی روایت موجود ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا۔ چنانچہ وہ ان کی ناک مبارک کو چھڑی سے مارنے لگا اور کہتا رہا کہ میں نے کسی کو اس جیسا اتنا خوبصورت نہیں دیکھا ہے۔ اور میں نے کہا کہ خدا کی قسم حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس جگہ کو سونگھتے تھے تو اس نے چھڑی ہٹالی۔

ناظرین کرام غور فرمائیے یزیدی مولوی صاحب تو لکھتے ہیں سر مبارک چونکہ کاٹا ہی نہیں گیا تھا لہٰذا یزید کے روبرو پیش کرنے کا واقعہ فقط کذاب اور جھوٹے راویوں کی افتراء ہے، اور بس۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف اور ترمذی

شریف میں یہ حوالے موجود ہیں۔ لہٰذا جلیل القدر صحابی کو کذاب لکھنے والا بے دین اور گمراہ ہے۔ یہ ہے حادثۂ کربلا کا حقیقی پس منظر۔

اب ایک اور روایت نقل کرتا ہوں۔ علّامہ مشتاق احمد نظامی اپنی کتاب "کربلا کا مسافر" میں لکھتے ہیں کہ ابن زیاد کے سامنے ایک طشت میں امام عالی مقام کا سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ ابنِ زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ وہ بار بار حضرت امام کے لب ہائے مبارک کے ساتھ گستاخی کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اسی مُنہ سے خلافت کا دعویدار تھا۔ دیکھ لیا قدرت کا فیصلہ حق سربلند ہوا باطل کو ذِلت نصیب ہوئی۔ صحابیٔ رسُول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت دربار میں موجود تھے۔ ان سے یہ گستاخی دیکھی نہ گئی جوشِ عقیدت میں چیخ پڑے ظالم یہ کیا کرتا ہے؟ چھڑی ہٹا لے۔ نسبت رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کا احترام کر میں نے بار بار سرکار کو اس چہرے کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابن زیاد نے غضب سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔ اگر تو صحابی رسُول نہ ہوتا تو میں تیرا سر قلم کرا دیتا۔ حضرت ابن ارقم نے حالتِ غیض میں جواب دیا" اتنا ہی تجھے

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا لحاظ ہوتا تو اُن کے جگر گوشوں کو تو کبھی قتل نہ کراتا۔ تجھے ذرا بھی غیرت نہ آئی کہ جس رسُولِ پاک کا تو کلمہ پڑھتا ہے انہی کی اولاد کو تہ تیغ کرایا ہے اور اب ان کی عفت مآب بیٹیوں کو قیدی بنا کر گلی گلی پھرا رہا ہے۔ ابن زیاد یہ زلزلہ خیز جواب سُن کر تلملا گیا۔ لیکن مصلحتاً خُون کا گھونٹ پی کے رہ گیا۔ (کربلا کا مسافر صفحہ ۵۳)

ایک اور روایت بیان کرتا ہوں حضرت علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد شاہ صاحب سابق خطیب مسجد وزیر خاں لاہور اوراقِ غم کتاب میں لکھتے ہیں۔ جب یزید نے ایک طشت میں سر مبارک اپنے تخت کے آگے رکھوایا تو اُس وقت اُس خبیث کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو بار بار لب و دندان سے مس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس شخص کے لب و دندان کس قدر خوبصورت ہیں کہ اب بھی حسن جھلک رہا ہے۔ اس مجلس میں ثمرہ بن جندب صحابی رسُول صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ ان سے ضبط نہ ہو سکا آگے بڑھے اور فرمانے لگے اے یزید تجھ پر خُدا کی مار یہ کیا کر رہا ہے چھڑی ہٹا لے۔ خُدا کی قسم یہ وہ لب اور دندان مُبارک ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں

سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو چومتے دیکھا ہے۔ خدا تیرے ہاتھوں کو توڑے اور تجھے فناہ کرے۔ یزید اس نصیحت سے جھنجلایا اور کہنے لگا۔ اگر مجھے تمہاری صحابیت کا پاس نہ ہوتا تو تمہاری اس گستاخی پر تمہیں قتل کرا ڈالتا۔ حضرت سمرہ نے فرمایا کہ یہ اور بھی تعجب خیز بات ہے تو شرف صحبت کا تو لحاظ کرتا ہے اور شرف عینیت کو بالائے طاق رکھ کر راکب دوش رسول پر تیغ جفا چلانا گوارا کرلیتا ہے۔ بے دین تیرے حکم سے تو یہ محبوب خدا کے جگر پارہ کے پالے ہوئے تو نے ہی دنیا کو دین پر مقدم رکھا اور حضرت امیر معاویہ کی وصیتوں کو مٹایا۔ صبر کر آج کل گلچھرے اڑالے کل قیامت میں ان کا کفن خونی ہوگا اور تو۔ اس تقریر سے اہلِ دربار کے دِل بھر آئے۔ سب زار زار رونے لگے۔ یزید نے خوف فتنہ سے آپ کو قتل تو نہ کرایا مگر قصرِ شاہی سے باہر کرا دیا۔ (اوراقِ غم صہ ۲۹۱)

ایک روایت اور لکھتا ہوں۔ مولوی اشرف علی صاحب دیوبندی حضرات کے حکیم الامت جمال الاولیاء صہ ۳۵ پر لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حسین کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکا دیا تو چند روز کے بعد دیکھا گیا کہ اس کا چہرہ

تارکول سے زیادہ سیاہ تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم تو سارے
عرب سے زیادہ خوشرو تھے؟ جواب دیا کہ جب سے میں نے
اس سر کو اٹھایا ہے۔ ہر رات دو شخص میرے بازو پکڑتے ہیں،
اور بھڑکتی ہوئی آگ پر لے جاتے اور دھکا دے دیتے ہیں۔
اور میں اس میں منہ کے بل گر جاتا ہوں تو وہ مجھے جھلس دیتی ہے
اس سے ایسا ہو گیا ہوں جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ بہت بری
حالت میں مرا۔

کیوں جناب صدیقی صاحب اب بھی تسلی ہوئی یا نہیں؟
سر مبارک کاٹا گیا یا نہیں؟ آپ تو لکھ چکے ہیں۔ کہ سر مبارک
چونکہ کاٹا ہی نہیں گیا۔ لہٰذا یزید کے رو برو پیش کرنے کا واقعہ
فقط کذاب اور جھوٹے راویوں کی افتراء ہے اور بس۔

میں نے تو آپ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے
پیش کئے ہیں۔ اب بھی مانو گے یا نہیں؟ اور فیصلہ بھی آپ ہی
کرلو کہ صحابہ کرام کو کذاب لکھنے والا کون شخص ہے؟ اور اس
کی شرعی سزا کیا ہے؟

اب آپ کا واقعہ حرہ کا بیان کرنا کہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ
کے بعد یزید کی حکومت میں واقعہ حرہ دوسرا بڑا حادثہ ہے۔

جس میں اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی ۔ نیز مہاجر و انصار نے اپنے الگ الگ حکمران مقرر کر لئے تھے بنی امیہؓ کو مدینہ سے نکال باہر کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا ۔ اور وہاں کے گورنر عثمان بن محمد اور کچھ بنی امیہ کے لوگ مروان بن حکم کے گھر خوفزدہ ہو کر جمع تھے تو عام لوگوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا تھا ۔ اس صورت میں بنی امیہ کے بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی تھی ..... اس معاملہ کو یہیں اسی حالت میں چھوڑ کر آگے لکھتے ہیں ۔ بایں ہمہ امام زین العابدینؒ اس بغاوت میں قطعاً شریک نہیں ہوئے اور نہ بیعت یزید کو توڑا اور نہ مدینہ والوں کی ہنگامہ آرائی میں شریک ہوئے ۔ وغیرہ وغیرہ اس کے ایک ہی صفحہ کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ یہ وقت ہے جبکہ یزید کے خلاف ایک طلاطم خیز ہیجان موجود ہے ۔ مخالفت کی آگ ہے جو ہر چہار طرف ارضِ حجاز میں پھیل چکی ہے ۔ یزید کی بیعت توڑ کر نئے خلفاء مقرر اور ان سے ناطے قائم کئے جا رہے ہیں اور بغاوت کے شعلے ہیں کہ ہر طرف بھڑک رہے ہے ۔ وغیرہ وغیرہ

ناظرین کرام غور فرمائیے اور اُوپر کے مضمون کو دوبارہ پڑھیئے

اور صدلقی صاحب کی عقل کا ماتم کیجئے۔ خود ہی لکھ رہے ہیں کہ یزید کے خلاف ایک طلاطم خیز ہیجان موجود ہے۔ مخالفت کی آگ ہے جو ہر چہار طرف ارضِ حجاز میں پھیل چکی ہے۔ بغاوت کے شعلے ہیں کہ ہر طرف بھڑک رہے ہیں۔ لوگ یزید کی بیعت توڑ کر نئے نئے خلفاء مقرر اور ان سے ناطے قائم کئے جا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ ہے حق اور حق کی کرامت بھی یہی ہے کہ مخالف کے قلم سے بھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر زبردست یزید کی مخالفت کیوں ہوئی؟ جبکہ آپ یزید کی تعریف میں اس کتاب میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ یزید حد درجہ متواضع وحلیم، سنجیدہ ومتین، خود بینی و تکبر سے مبرّا۔ اپنی زیردست رعایا کا محبوب، تزک واحتشام شاہی سے متنفّر معمولی شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والا اور مہذّب تھا عقل تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ حاکم اس قدر نیک ہو۔ اور ایسی ایسی صفات اس میں موجود ہوں۔ تو پھر اس خلیفہ کی اس قدر مخالفت ہو کر سارے عرب میں بغاوت کی آگ بھڑک جائے اور سب لوگ اس نیک شریف خلیفہ کی بیعت توڑنے پر مجبور

ہو گئے ہوں۔ یقیناً کوئی ظلم کی داستان اس واقعہ میں موجود ہے جس کو اس کتاب کا مصنف چھپا رہا ہے۔ اور اس واقعہ سے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ امام زین العابدین اس بغاوت میں شریک نہ ہوئے اور نہ بیعتِ یزید کو توڑا اور نہ مدینہ والوں کی ہنگامہ آرائی میں شریک ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو سرے سے ہی یہ بات غلط ہے کہ امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کو نہ توڑا۔ جب کہ بیعت کی ہی نہیں اور نہ کوئی ثبوت موجود ہے۔ تو پھر بیعت توڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ابھی تو واقعہ کربلا سامنے موجود ہے کہ فاسق کی بیعت نہ کرنے کیلئے تو سارے خاندان کی امام عالیمقام نے قربانی پیش کر دی اور خود بھی شہید ہو گئے۔ مگر فاسق و فاجر کی بیعت قبول نہ فرمائی۔ تو شہزادہ زین العابدین یزید کی بیعت کیسے کر سکتے تھے؟ دوسری بات یہ ہے کہ امام زین العابدین مدینہ والوں کی ہنگامہ آرائی میں شریک نہ ہوئے؟ یہ بات بھی غلط ہے مدینہ والوں نے کوئی ہنگامہ وغیرہ ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ یزید پلید نے بہت بڑا لشکر بھیج کر مدینہ طیبہ میں خون ریزی کرائی۔ قتل و غارت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا۔ جن

ہیں سات سو صحابہ کرام بھی شامل تھے ۔ مدینہ طیبہؓ میں بے حیائی بدتمیزی کی کوئی حد نہ رہی ۔ مصنّف کتاب اسی واقعہ حرہ کو چھپا رہا ہے ۔ خود ہی تو لکھ رہا ہے ۔ مدینہ شریف کے گورنر اور بنی امیہ کے لوگ مروان بن حکم کے گھر خوفزدہ ہو کر جمع تھے ۔ حضرت زین العابدین کے ساتھ چند صحابۂ کرام کا اسم شریف بھی لکھ کر بتا رہے ہیں یہ بھی بیعت یزید پہ قائم رہے ۔ مثلاً عبداللہ بن عمر اور محمد بن حنیفہ بھی بیعتِ یزید پہ قائم رہے ۔ یہ بات تو پہلے بھی آپ لکھ چکے ہیں کہ پورے عالم اسلام میں یزید بن معاویہ کی خلافت تسلیم کر لی گئی ہے ۔ بجز چند آدمیوں کے کسی قابلِ ذکر شخص نے بیعت خلافت سے پہلو تہی نہیں کی ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس قدر یزید کی مخالفت کیوں ہوئی ؟ لوگوں نے بیعتِ یزید کو توڑ کر نئے خلیفہ مقرر کیوں کر لئے ؟ بغاوت کے شعلے ہر طرف کیوں بھڑک اُٹھے ۔ مخالفت کی آگ ارضِ حجاز میں کیوں پھیل گئی ۔ بغاوت کیلئے اہلِ مدینہ کیوں اُٹھ کھڑے ہوئے ؟ مہاجر و انصار نے اپنے اپنے الگ الگ حکمران کیوں مقرر کر لیئے ؟ کیوں لوگوں نے بنی امیہؓ کو مدینے سے باہر نکالنے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ کیوں گورنر مدینہ اور بنی اُمیہؓ کے لوگ مروان بن حکم کے گھر خوف زدہ ہو کر جمع تھے ؟

کیوں لوگوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا تھا (جیسا کہ آپ پیچھے لکھ چکے ہیں) آیئے صدّیقی صاحب ذرا میدان میں تشریف لائیے اور ان سوالوں کا جواب دیجئے - اگر آپ نے دیانتداری سے خدا کا خوف دل میں لا کر ان سوالوں کا جواب صحیح طریقہ پر دے دیا تو یزید کی تعریف میں آپ جس قدر اوراق سیاہ کر چکے ہیں ان سب کو جلا دینا پڑے گا۔ کیونکہ تیرہ سو سال سے یزید پر لعنت ملامت کی جو بوچھاڑ ہو رہی ہے - وہ آپ کے یزید کی تعریف میں چند اوراق سیاہ کرنے سے کیسے دُور ہو سکتی ہے - صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک جنازے پر سے آپ گذرے صحابہ نے اس کی تعریف کی تو نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی - پھر دوسرا جنازہ گذرا صحابہ نے اس کی بُرائی بیان کی تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا واجب ہو گئی - تو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنّت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے بُرائی بیان کی اس کیلئے دوزخ واجب ہو گئی تم دُنیا میں اللہ تعالےٰ کے گواہ ہو - کیوں جناب یہ تو بخاری شریف کی حدیث پاک ہے - آج تیرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی یزید پلید کو ظالم ہی کہا جا رہا ہے جیسا کہ آپ کو بھی صفحہ ۷۸ پر

لکھنا پڑا۔ مگر لطف یہ ہے کہ آج اس کی ذات کے لئے کسی کے پاس ایک کلمۂ خیر بھی نہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ آپ کا قلم بھی یزید کے ظلم کی داستان لکھتا چلا آرہا ہے۔ پھر بھی آپ افسوس کا اظہار فرما رہے ہیں کہ کسی کے پاس اس کے لئے ایک کلمۂ خیر بھی نہیں ہے؟ جب یزید پلید کے پاس خیر ہے ہی نہیں تو لوگوں کی زبان پر کلمۂ خیر کیسے ہو؟ ملاحظہ فرمایئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کیا فرماتے ہیں۔ عشرہ محرّم میں وعظ فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کا معاملہ تھا تو حق تعالےٰ کس طرف تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حق تعالیٰ میزان عدل پر تھا۔ آخرکار یزید کے ظلم و تشدّد پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر غالب آگیا۔

(بستان المحدّثین مصنّفہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی صفحہ ۳۵۱)

کیوں جناب اب تو یزید کے ظلم پر محدّث اعظم کی مہر لگ چکی ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ حق و باطل کی جنگ تھی۔ یزید ظالم تھا اور باطل پر تھا۔ اور امام عالی مقام حق پر تھے اور حق آپ کے ساتھ تھا۔

## صحابہؓ کی اکثریت نے یزید کی بیعت کیوں کی؟

اب آپ کے اس سوال کا جواب کہ صحابہ کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ اس کے لئے قاری محمد طیبؒ صاحب نے جو عباسی کی کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کے رد میں جواب لکھا ہے وہی جواب آپ کے لئے کافی ہوگا۔ لہٰذا میں اسی کو نقل کر رہا ہوں۔

لیکن اس سلسلے میں جہاں تک الزامِ بغاوت یا نفی شہادت کا تعلق ہے اس کے بارہ میں سلف اور متقدمین کا جو کچھ نقطہ نظر ہے۔ اس کے لئے ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ شریف کی یہ ایک ہی عبارت کافی ہو سکتی ہے جو علاوہ موثق نقل ہونے کے اہل سنّت والجماعت کا عقیدہ بھی ہے۔ شارح ممدوح عقیدہ ہی کی ترجمانی کرتے ہوئے شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ حسین باغی تھے تو اہل سُنّت والجماعت کے نزدیک باطل ہے۔ شاید یہ خوارج کے ہذیانات ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص۸۷)

عباسی صاحب نے حضرت حسین پر بغاوت کا جرم عائد کرنے

کے لئے تاریخی نقل اور وہ بھی ڈوزی کی پیش کی تھی۔ حالانکہ یہ نقل اگر مسلم مورخین کی بھی ہوتی تب بھی عقیدہ اور متکلمانہ نقل کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی جس پر عقائد کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ ملا علی قاری نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام لگانے والوں کو جاہل کہہ کر اس خیال کو جاہلانہ خیال کہا ہے۔ یہ کوئی جذباتی طعنہ نہیں بلکہ حقیقتاً ان مدعیوں کی ناواقفیت اور مذہب سے جہالت اور لاعلمی پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ حضرت حسین کو باغی کہنے کا منصوبہ اس خیال پر مبنی ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور اس حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ظاہر کی گئی ہے کہ صحابہ کی اکثریت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی جو خلیفہ کے حسن کردار کی دلیل ہے۔ درحالیکہ یہ مقدمات بھی جہالت پر مبنی ہیں۔ جن میں سے اکثر قیاسی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کی اکثریت کی بیعت کو یزید کے خلیفہ برحق ہونے پر محمول کرنے کا شاخسانہ ایک قیاسی نظریہ ہے اور عقیدہ کے مقابلہ میں نظریہ یا خیالی منصوبہ اوّل تو وقعت ہی کیا رکھتا ہے کہ عقیدہ کے بعد اس کی طرف التفات بھی کیا جائے جبکہ تاریخی نظریہ تاریخ بھی نہیں۔ تاریخ کا محض ایک قیاسی نتیجہ ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی مورّخ یا تاریخ کے مطالعہ کنندہ کے قیاس و استنباط

کو جب تاریخ نہیں کہا جا سکتا۔ تو عقیدہ کی حیثیت تو کیا دی جا سکتی ہے۔ ورنہ نتائج دوسرے بھی نکال سکتے ہیں۔ پھر جہاں تک ارباب تحقیق مورخین کی تحقیق و روائت کا تعلق ہے انہوں نے اکثریت صحابہ کی بیعت اور بیعت کے بعد یزید کے خلاف خروج نہ کرنے کو قطعاً یزید کے مستحق خلافت ہونے کی دلیل نہیں سمجھا۔ اور نہ ہی اس سے یزید کے فسق و فجور کو ہلکا یا غیر واقعی باور کرانے کی کوشش کی۔ بلکہ ان کے نزدیک صحابۂ کرام کی اکثریت کی یہ بیعت اور یزید کے خلاف نہ اٹھنا خوفِ فتنہ مابینی نزاع، جدال اور آپس کے خون سے بچنے کے لئے تھا جو اس صورت میں یقینی تھا نہ کہ یزید کی اہلیت امارۃ یا اس کی صلاح و صلاحیت تسلیم کر لینے کی بنیاد پر تھا۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں۔ اور یزید میں وہ چیز پیدا ہوگئی جو پیدا ہونی تھی یعنی فسق و فجور تو صحابہ اس کے بارہ میں مختلف الرائے ہوگئے بعضوں نے اس کے خلاف کھڑے ہو جانے اور اس کی بیعت توڑ دینے کو ضروری سمجھا۔ اس فسق کی وجہ سے جیسا کہ حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیروؤں نے کیا اور بعض نے فتنہ اور کثرت قتل کے خطرات اور اس کی روک تھام سے عجز محسوس کرنے کی وجہ سے اس سے انکار کیا۔ کیونکہ اس دور

ہیں یزید کی شوکت و قوت بنی امیّہ کی عصبیت تھی اور اکثر اہل حل و عقد قریش تھے اور اسی کی ساتھ مضر کی ساری کی ساری عصبیت اور جماعتی قوت بھی لگی ہوئی تھی اور وہ سب قوتوں سے بڑی قوت تھی جس کی تاب مقاومت کوئی نہیں لا سکتا تھا۔ اس کے لئے جو لوگ یزید کے مخالف بھی تھے وہ اس وجہ سے اس کے مقابلہ سے رُک گئے اور اس کے لئے دُعا (ہدایت) مانگتے اور اپنے کو اس راحت دیئے رہنے میں لگ گئے۔ عام طور سے (اس وقت) مسلمانوں کی اکثریت کا بھی یہی طریقہ رہا اور سب کے سب مجتہد تھے (کوئی دنیوی غرض درمیان میں نہ تھی) فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے پہ انکار (ملامت) نہیں کرتا تھا (مقدمہ ابن خلدون ص۱۷۱)

پس مقاصد ان کے نیک تھے اور حق کی جستجو ان کی معروف تھی، اللہ تعالیٰ ان کی اقتدا ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

عبارت بالا سے صاف واضح ہے کہ یزید کے فسق کے بارہ میں صحابہ کی دو رائیں نہ تھیں۔ بلکہ اس کے خلاف کھڑے ہونے میں دو رائیں تھیں اور وہ بھی اُس کی اہلیّت و نا اہلیّت کے معیار سے نہیں جبکہ فسق مسلّمہ کل تھا بلکہ وہی اثارۂ فتنہ کے خطرہ سے جس کی بنیادی وجہ بنی امیّہ کی عصبیت و قوت اور اس وقت کی چھائی ہوئی شوکت

تھی۔ جس سے عہدہ برآ ہونا دشوار تھا اور درصورت خروج علاوہ فساد ذات البین کے مسلمانوں کا خون رائیگاں بھی جاتا۔ یزید کی محبوبیت واہلیت کا یہاں کوئی سوال نہ تھا۔ پس صحابہ کی اکثریت کی بیعت کو خلیفہ کے کردار کی خوبی پر محمول کیا جانا تاریخ کی تکذیب ہے نہ کہ تاریخی ریسرچ۔ اس سے بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یزید کا فسق کھلنے کے بعد صحابہ میں نقض بیعت کا مسئلہ بطور اصول شرعی حیثیت سے سامنے آیا جس پر اجتہادی شان سے غور کیا گیا کہ آیا یہ بیعت باقی رکھی جائے یا نہیں؟ اُسے عذر پر محمول کرنا اور پھر اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر تھوپ دینا تاریخ نہیں خود ساختگی ہے۔ اور وہ بھی تاریخی ریسرچ کے نام پر جبکہ معتبر مورخین خود ہی اُسے رد بھی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ عبارت بالا سے واضح ہے۔ اب جبکہ صحابہ کی اکثریت نے یزید کی نااہلیت کے باوجود باہمی خونریزی کے خوف سے اور فتنہ نزاع وجدال کے خطرہ کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ چھوڑا تو اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ عملاً ان کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ ہونا حضرت ممدوح کے اقدام کو بغاوت سمجھے یا معاذ اللہ ان میں صلاحیت واصلاح نہ پائے جانے کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ باوجود ان کے کمال اہلیت

کے اعتراف کے اسی آثارۃ فتنہ و کثرۃ قتل کے خطرہ کی بنا پر تھا۔
اس لئے نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اکثریت کا خلاف کر کے کسی گناہ کے مرتکب تھے اور نہ صحابہ کی اکثریت ان کا خلاف کر کے کسی گناہ کی مرتکب ہوئی جبکہ دونوں طرف اجتہاد کام کر رہا تھا۔
(شہید کربلا اور یزید صفحہ ۸۲ تا صفحہ ۸۸)
مصنفہ قاری محمد طیب دیوبندی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا امر و حکم عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اسے تباہ کرے گا بنی امیہ میں سے ہو گا جسے یزید کہا جائے گا۔
(البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳۱ ج ۸)

## واقعہ حرہ

چنانچہ قاری محمد طیب صاحب دیوبندی شہید کربلا اور یزید کتاب میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ حرہ کے موقعہ پر جبکہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر مدینہ کو تین دن کیلئے مباح کر دیا جس سے اس ظالم و فاسق کے ہاتھ پہ کتنے ہی صحابہ اور ابناء صحابہ قتل ہوئے۔ عورتوں کی بے حرمتی ہوئی اور یزید نے اپنے ان جابرانہ اور

بلا شرکتِ غیرسے نفوذ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا کہ اس کا ملک پائیدار ہو گیا اور قوت ایسی مستحکم ہو گئی کہ وہ کیسا بھی حکم دے دے کوئی چون وچرا کرنے والا نہیں ہے تو اس کے ان جذبات وافعال کا نتیجہ ظاہر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین غلطی کی جو مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ مدینہ کو تین دن تک مباح اقدام قرار دے دے۔ یہ مجرمانہ غلطی تھی جس کے ساتھ یہ اور اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ اور ابناءِ صحابہ کی قتل ہو گئی اور یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا نیز (مدینہ) کے ان تین دنوں میں بڑے بڑے عظیم مفسدے نمایاں ہوئے جس کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کوئی کیفیت بھی بتلائی جاسکتی ہے۔

انہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کا ملک مضبوط ہو جائے اور اس کی حکومت دیرپا ہو جس میں کوئی شریک وسہیم نہ ہو لیکن خدا نے اُسے اس کے منصوبوں کے خلاف سزا دی اور جو چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا۔ اسے اسی طرح پچھاڑا جس طرح اس نے جابروں کو پچھاڑا ہے اور قضا کے پنجوں

سے اسے پکڑا اور ظالم بستیوں کے لیے تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہوتی ہے۔ اس کی گرفت بے انتہا الم انگیز اور شدید ہوتی ہے۔ (البدایۃ ص۲۲۲ جلد ۸)

کیوں جناب میں نے بھی تو حافظ ابن کثیر کی دو روایتیں بدایۃ والنہایہ جلد ۸ سے نقل کی ہیں۔ آپ ان کو کیوں ہضم کر گئے؟ چونکہ اس میں یزید کے ظلم و تشدّد کی داستان موجود تھی اور واقعہ حرّہ کا بیان تھا۔ اس لئے آپ نے یزید کے اس ظلمِ عظیم پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ روایتیں نقل نہیں کیں۔ کیا یہی انصاف ہے؟ یہی حادثۂ کربلا کا حقیقی پس منظر ہے؟ یا حادثۂ کربلا کا غلط پس منظر ہے؟ حافظ ابن کثیر پر جب آپکو اعتماد ہے اور اپنی کتاب میں بھی البدایۃ والنہایہ کی متعدد روایتیں آپ نقل کر چکے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جو روایتیں یزید کے فسق و فجور اور ظلم و تشدّد کی شہادت دے رہی ہیں ان کو نقل کیوں نہیں کرتے؟ یہی تو آپ کی خیانت ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں۔ حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سب سے شنیع اور قبیح جو واقعہ یزید پلید بن معاویہ کے زمانے

میں رونما ہوا واقعہ حرّہ ہے اس کو حرّہ واقعہ اور حرّہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں مدینہ طیبہ آبادی و رونق میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ بقیہ صحابہ اور انصار و مہاجرین و علماءِ کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامیوں کے لشکرِ عظیم کے ساتھ اہلِ مدینہ سے لڑنے کیلئے بھیجا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کرلیں تو فبہا ورنہ جنگ کرو۔ فتح کے بعد تین دن تک مدینہ تمہارے لئے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا۔ مقامِ حرّہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اہلِ مدینہ تاب مقابلہ نہ دیکھ کر خندق کھود محصور ہو گئے۔ یزیدی مدینہ میں گھس آئے۔ پہلے پہل حرمِ نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ مدافعت کی۔ مگر تابہ کے عبداللہ بن مطیع رئیس قریش مع اپنے سات فرزندوں کے شہید ہو گئے۔ آخر میں شامی درندے اُس حرم پاک میں گھس پڑے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتلِ عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار صحابۂ کرام اور کبار علمائے تابعین کو، سات سو حفّاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا۔ نہ بچے بوڑھے نہ مرد نہ عورتیں، مال و متاع جو کچھ ملا سب لوٹا۔ ہزاروں دوشیزگان حرم مصطفٰے کی عصمت دری

کی۔ مسجدِ نبوی میں گھوڑے دوڑائے۔ روضۂ جنت میں گھوڑے باندھے۔ گھوڑوں کی لید و پیشاب سے اُسے ناپاک کیا۔ تین دن تک اہل مدینہ کو یہ جراءت نہ ہوسکی کہ مسجدِ نبوی میں جاکر نماز و اذان ادا کرے اور نہ ان یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہوسکی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ریش مُبارک نوچ لی گئی۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ پڑے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ جان ان کی بچی جس نے ان الفاظ میں یزید کی بیعت کی۔

مدینہ تین دن لوٹنے کے بعد یزید کی بیعت کی دعوت دی گئی۔ کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں۔ اللہ عزوجل کی اطاعت و معصیت میں ہیں۔ ان درندوں کے ظلم وستم سے مرعوب ہوکر سب نے یہ یہ بیعت کرلی۔ ایک قریشی نے نہیں کی تو اسے قتل کردیا گیا۔ سعید بن مسیب کو کبار تابعین اور قراء سبعہ میں ہیں پکڑا۔ ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی۔ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر و عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کردیا جائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ان کے جنون کی گواہی دی جب کہیں جاکر ان کی جان بچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب

یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس ارض پاک جس کے جنگلی جانور کو اُٹھا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا۔ آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کے پردہ اور چھت کو جلا دیا۔ اسی چھت میں اس دُنبہ کے سینگ بھی تبرّک کے طور پر محفوظ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کیا تھا۔ وہ بھی جل گئے۔ اسی اثنا میں ان سارے مظالم کے بانی مبانی یزید کو اپنے کیفرِ کردار تک پہنچنے کا وقت آگیا اور وہ ٹھکانے لگ گیا۔

(کربلا کا مسافر ص۱۵۴ مصنّفہ علّامہ مشتاق احمد نظامی)

حضرت علامہ مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مُبارک۔ یزید کی بے قاعدگیوں کے لئے ایک زبردست محتسب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسّر نہ آوے گا۔ اور اس کی کسی کجروی اور گمراہی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ تعزیر ہر وقت اس کے سر پر گھوم رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بھی زیادہ حضرت امام کی جان کا دشمن تھا اور اسی لئے حضرت امام کی شہادت اس کے لئے

باعثِ مسرت ہوئی۔ حضرت امام کا سایہ اُٹھنا تھا یزید کھل کھیلا اور انواع واقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہو گئی۔ زنا، لواطت حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اُٹھ گئی۔ تمرّد و سرکشی انتہا کو پہنچی شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکرِ گراں دے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ اللہ قتل وغارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائگانِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے۔ سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا۔ ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں کہ جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے۔ تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہوئے۔ صرف حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابن غسیل نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں۔ کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان

سے پتھر نہ برسیں۔ پھر یہ لشکر شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجنیق سے سنگ باری کی۔ منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے۔ اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا۔ اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے۔ اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ اسی چھت میں دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے ۱۵ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی شہر حمص ملک شام میں انتالیس ۳۹ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتال جاری تھی کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی۔ حضرت ابن زبیر نے ندا فرمائی

کہ اے اہلِ شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ یہ سُن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور وہ گروہ ناحق پژمردہ خائب خاسر ہوا۔ اہلِ مکّہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہلِ حجاز یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے دست مُبارک پر بیعت کی۔ اور اہلِ مصر و شام نے معویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاوّل ۶۴ھ میں بیعت کی۔ یہ معویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا۔ مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو بُرا جانتا تھا۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادمِ مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف اس نے نظر نہ ڈالی اور چالیس روز یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس ۲۱ سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی۔ تو میں اس تلخی میں کسی دُوسرے کو کیوں مُبتلا کروں۔ معویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہلِ مصر و شام نے بھی عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی۔ پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہو گیا۔ ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالمالک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالمالک کے عہد میں

مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا۔ تیرا باپ کہاں ہے کہنے لگا وہ خلوت نشین ہو گیا ہے۔ گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا کہ اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزندِ رسول سے بے وفائی کی تھی۔ اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا؟ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمدؐ بن حنفیہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روندوا دیا۔ جس سے اس کے سینہ اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام پر مظالم کے طوفان توڑے آج ان ظالمان ستم شعار و مغروران نابکار کے سر تن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ان کی بیکسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا

ہے مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامے پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارک باد دی ۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی کیسی سزا تجھے ابھی اے نا سزا ملی
اے تشنگان خون جوانان اہلِ بیت دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے مردودو ! تم کو ذلت ہر دو سرا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے ۔ یہ حکم سُن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہو گئے ۔ مُختار کے لشکر نے اُن کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا ۔ لاشیں جلا ڈالیں گھر لوٹ لئے ۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام علیہ السلام کا سر مُبارک تن اقدس سے جُدا کیا تھا ۔ یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا ۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کٹوائے پھر سُولی چڑھایا آخر آگ میں جھونک دیا ۔ اسی طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا ۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے انکو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کیساتھ ہلاک کر دیا ۔

کیوں جناب صدیقی صاحب اگر آپ اس وقت وہاں موجود ہوتے تو شاید مختار کے سامنے سفارش کر کے قاتلانِ اہل بیت کو بچا لیتے ۔ تو

آج آپ کو تیرہ سو سال کے بعد واویلا مچانے کی ضرورت نہ پڑتی۔
اور نہ ایسی بے ہودہ کتاب لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے۔
اب آپ کے ابن زیاد کی ہلاکت کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ ٹھہریئے ذرا
وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ شاید آپ کو اس پر بھی رحم آجائے۔

عبداللہ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا
اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت کو یہ تمام ایذائیں
پہنچائی گئیں۔ یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) فوج کے ساتھ اُترا۔
مختار نے ابراہیم بن مالک اُشتر کو اس کے مقابلے کے لئے ایک فوج دے
کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے
دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی
جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا۔ اس وقت
ابراہیم کی فوج غالب آئی۔ ابنِ زیاد کو شکست ہوئی اس کے ہمراہی
بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوجِ مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس
کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ
میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا
مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار
کے پاس کوفہ میں بھجوادیا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا۔ اور

اہلِ کوفہ کو جمع کر کے ابنِ زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہلِ کوفہ کو خطاب کر کے کہا۔ اے اہلِ کوفہ دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے ابنِ زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلّت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے۔ خداوندِ عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا۔ اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں پر پھرا جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا اور اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

(سوانح کربلا ص ۱۴۶)

کیوں جناب صدیقی صاحب ملاحظہ فرما لیا اپنے دوست ابنِ زیاد

کا حال ؟ کوفے کے مختار کے دربار میں اگر آپ بھی تشریف لے جاتے تو شاید اپنے دوست کے سر کا حال دیکھ کر آپ کو بھی رحم آجاتا۔ تو آپ اس کی کچھ مدد ہی کرتے۔ کم از کم اس سانپ کو ہی مار دیتے۔

ملاحظہ فرمائیے حافظ ابن کثیر کا بیان۔

یہی واقعہ حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کی روایت سے ذکر کیا ہے جس میں ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کا مسجد میں رحبہ میں رکھا جانا اور سانپ کا بار بار آنا اور لوگوں کا اسے غائب ہو ہو کر آتے دیکھ کر چلانا کہ وہ آیا وہ آیا۔ اور اس کا سارے سروں میں سے صرف ابن زیاد ہی کے سر کو منتخب کر کے اس کے نتھنوں میں گھسنا اور منہ سے نکلنا منہ میں گھسنا اور نتھنوں سے نکلنا اور دو تین بار ایسا ہی ہونا بالتفصیل نقل کیا ہے جو البدایۃ والنہایۃ کے صـ ۱۹۱ پر مذکور ہے۔ جسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے یہ درحقیقت چاہ کندہ را چاہ درپیش کی کھلی ہوئی مثال ہے۔ یعنی اگر اس نے حسین کے سر کی بے حرمتی اپنی چھڑی سے کی تو خدا تعالیٰ نے اس کے سر کی بے حرمتی اس جانور کے ذریعے کرائی جو بنص حدیث قبروں میں معذبین پر مسلط کیا جاتا ہے۔ بندوں کی بے حرمتی سے خدا کا کسی کی بے حرمتی فرمانا کہیں زیادہ اشد ہے۔ (شہید کربلا اور یزید صـ ۱۳۳ مصنفہ قاری محمد طیب دیوبندی)

کیوں جناب والا! یہ روایت بھی تو حافظ ابن کثیر ترمذی شریف سے نقل کر رہے ہیں۔ ان جیسی روایتوں سے کیوں آنکھ بند کر لیتے ہیں؟ البدایہ والنہایہ میں سے جو روایت آپ کا منشا پورا کر سکے وہ تو آپ قطع و برید کرکے نقل کر لیتے ہیں اور جو روایت آپ کے خلیفہ یزید پلید یا ابن زیاد بدنہاد وغیرہ کے ظلم و تشدد فسق و فجور کو ظاہر کرے اس سے آنکھ بند کر کے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ کون سی دیانت داری ہے؟ یہی تو آپ کے خبث باطن کا ثبوت ہے۔

بہر حال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو طشت میں ابن زیاد کے سامنے لائے جانے اور ابن زیاد کے اس کی بے حرمتی کرنے اور اپنے اندرونی خبث کو نمایاں کرنے کی یہ تفصیلات جن محدثین کبار بخاری بزار، طبرانی، ابن حجر عسقلانی، بدر دین عینی نے محدثانہ طریق سے پیش کیا۔ انس بن مالک اور زید بن ارقم جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایت کیا۔ تو کیا یہ حضرت حسین کے سر کو تن سے جدا کئے جانے کے کھلے کھلے دلائل نہیں ہیں اور انکے مقابلہ میں کیا چند تاریخی ٹکڑے اور وہ بھی مستشرقین یورپ کی اعانت سے اور ان سے اخذ کردہ اقتباسات کسی بھی وقعت و اہمیت دینے کے مستحق ہیں؟ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۲۳)

اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے۔

اسی لئے یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیکھ کر اولاً خوش ہوا جو اس کے دل کی کیفیت تھی کہ جس رقیب سے ملک کے زوال کا اندیشہ تھا وہ ختم ہو گیا۔ لیکن پھر فوراً ہی اس خوشی پر نادم ہوا۔
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ جب ابن زیاد نے حسین کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تو وہ اس قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کا رتبہ اس کے یہاں بلند ہو گیا مگر اس خوشی پر تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ نادم ہوا۔
(البدایہ صـ ۲۳۴)

یہ فوری ندامت اسی قاتل حسین ابن مرجانہ کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے کی صورت میں ظاہر ہوئی جس کی وجہ اس نے خود ہی ظاہر کر دی۔ ابن مرجانہ نے وہ نہ ہونے دیا (جو حسین چاہتے تھے کہ یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے جہاں چاہیں چلے جائیں یا انہیں سرحدات کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں یا انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ خود اس سے معاملے کریں) بلکہ گھیر گھار کر انہیں مقتول ہونے پر مجبور کر دیا اور قتل کر دیا۔ اس سے ابن مرجانہ نے مجھے مسلمانوں کے دلوں میں مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری طرف سے عداوت کا بیج بو دیا۔ جس سے ہر نیک و بد مجھ سے

عداوت رکھے گا جبکہ حسین کو میرا قتل کر ڈالنا لوگوں کے دلوں پر شاک اور بھاری گذرے گا۔ مجھے اس کمبخت ابن مرجانہ سے کیا واسطہ۔ خدا اس کا برا کرے اور اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔ (البدایہ صفحہ ۲۳۲ ج ۸)

## کیا امامِ عالیمقام اور اہلبیت اطہار پر پانی بند نہیں کیا گیا؟

صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ کذّاب راویوں اور جھوٹ تراشوں نے حضرت عمر بن سعد کے کردار کو سب سے بھیانک گھناؤنا اور قابلِ اعتراض بتایا ہے۔ مگر چونکہ ان کی حضرت امام سے رشتہ داری، محبّت اور گہرا تعلق تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ اسلئے ایک طرف حضرت امام سے مقابلہ میں ان کی گریز پائی اور کراہت کا اظہار کرا دیا گیا ہے مگر دوسری طرف معمولی صوبہ داری اور حقیر سے منصب کی خاطر اُن سے وہ وہ ظلم کرائے جاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

پھر دوسرے ورق پہ لکھتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص کسی کی موت پہ رو رو کر بے حال اور ہلکان ہو رہا ہو وہ اس کی نعش کو گھوڑوں سے روند ڈالے یا ان کے خیمے جلانے اور پانی بند کرنے کا حکم دے۔ واقعات کا افسانوی انداز فقط زیبِ داستان کے لئے ہے۔

ناظرین کرام دیکھا آپ نے تمام فقہاء محدّثین متکلمین اور محقق ارباب تاریخ نے اپنی اپنی کتابوں میں عمر بن سعد کے ظلم و تشدّد اور پانی بند کرنے کی داستان کو لکھا ہے مگر اس ظالم مولوی کے قلم سے کوئی بھی نہیں بچ سکا۔ سب کو ہی کذّاب لکھ لکھ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر رہا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کتاب میں وہابی اور دیوبندی حضرات کے حوالے بھی دیئے ہیں کیونکہ مصنّف کتاب خود غیر مقلّد ہے۔ اب بھی سب سے پہلے دیوبندی اکابر کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ دیوبندی حضرات کے حکیم الامّت جمال الاولیاء کتاب میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حصین نے آپ کو جنگ کے وقت اور پانی روک دینے کے وقت آواز دی تھی کہ اے حسین کیا تم پانی کو نہیں دیکھتے کہ گویا وہ آسمان کا پیٹ ہے (کہ اس تک رسائی نہیں ہو سکتی) خدا کی قسم تم اس میں سے ایک قطرہ نہ چکھ سکو گے اور پیاس سے مر جاؤ گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دُعا کی اے اللہ اس کو پیاس سے مار ڈالیئے۔ تو یہ خبیث ایسا ہو گیا کہ پانی پیتا تھا مگر سیراب نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ پیاس سے مر گیا اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اسی کرامت کو ابو محمد مصلح صاحب نے اپنی کتاب شہیدِ کربلا میں نقل کیا ہے لکھتے ہیں عبداللہ ابی حصین یزیدی

فوج کے ایک سردار نے حضرت امام حسین کو پکار کر کہا حسین دیکھتے ہو یہ پانی کیسا میٹھا ہے لیکن تمہیں ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ تم پیاس کے مارے مر جاؤ گے۔ ایک راوی چشم دید کہتا ہے۔ خدا کی قسم میں نے عبداللہ بن ابی حصین کو اس حال میں دیکھا کہ وہ پانی پیتے پیتے تھک جاتا تھا مگر پیاس کسی طرح نہ بجھتی تھی۔ آخر اسی حال میں مر گیا۔

حضرت علامہ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں لکھتے ہیں۔ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب تشنہ دہان تھے۔ نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لیے دریا کا کنارا بیابان بنا ہوا تھا۔ آلِ رسول کو لب آب پانی میسر نہ آتا تھا سرچشمہ تیمم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اسی طرح بے آب و دانہ تین دن گذر گئے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بیتاب و ناتواں ہو گئے۔ اس معرکۂ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سر نیاز جھکا دیتا۔ مگر فرزندِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا (سوانح کربلا ص ۱۰۲)

حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کمسن ہیں شیر خوار ہیں۔ پیاس سے بیتاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ والدہ نے حضرت امام سے عرض کیا اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے جائیے اور اس کا حال ظالمان سنگ دل کو دکھائیے اس پر تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔ حضرت امام نے اس چھوٹے نورِ نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ میں اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور وجفا کے نذر کر چکا اور اب اگر آتش بغض وعناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں۔ یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔ جفاکاران سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے ایک بد بخت نے تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا بچے نے تڑپ کر جان دے دی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (سوانح کربلا ص۱۲۷)

کیوں جناب صدیقی صاحب اب بھی ظالموں کی حمایت میں اپنا قلم چلاؤ گے۔ اب تو ظلم کی حد ہوگئی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس یزیدی بے رحم فوج کا سالار کون تھا؟ یقیناً اس فوج کا سالار عمر بن سعد تھا۔ جیسا آپ نے بھی اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے۔ کہ آخر ابن سعد آیا فوج کو ہدایت کی۔ اس نے کہا دیکھو عورتوں کے خیمہ میں ہرگز کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے اور جس نے ان کا کچھ سامان لوٹا ہو واپس کردے۔

اب ثابت ہو گیا کہ اس قدر ظلم وستم کرنے والی فوج کا افسر عمر بن سعد تھا۔ اور عمر بن سعد کے حکم سے ہی نہر فرات پر پانچصد فوجیوں کا پہرا لگا دیا گیا تھا تاکہ اہل بیت میں سے کسی کو پانی نہ مل سکے۔ چنانچہ ابو محمد مصلح (شہید کربلا قرآن کی روشنی میں) کتاب میں لکھتے ہیں۔

اسی اثنا میں ابن زیاد کے پاس یزید کا ایک خط آیا۔ جس کے متعلق اس نے حضرت امام کو لکھا۔ اے حسین تمہارے متعلق مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں تمہیں یزید کی بیعت پر راضی کروں۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تمہیں قتل کر ڈالوں اور سر یزید کے پاس بھیج دوں۔ لہٰذا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم یزید کی بیعت قبول کرلو۔ بہ شکل دیگر لڑنے مرنے

پر تیار ہو جاؤ۔ اس خط کا حضرت امام عالی مقام نہیں بلکہ آپ کے غلامانِ غلام میں سے کسی با غیرت ایمان دار پر بھی کیا کوئی اچھا اثر ہو سکتا ہے ؟ کیا صلح و صفائی اس جذبہ کے تحت ممکن تھی ؟ اور کیا حضرت امام کے اعتراض اور مطالبہ کا اس میں کوئی جواب ہے ؟ نہیں بلکہ باطل پر جمے رہنے پر اصرار ہے۔ طاقت پر گھمنڈ ہے اور قوت کا مظاہرہ ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ قاصد نے واپس ہو کر حضرت امام کے غیظ و غضب کا حال بیان کیا۔ تو ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اب اس نے اپنے احکامات کے تحت آپ اور آپ کے رفقاء پر پانی بھی بند کر دیا۔ چنانچہ عمرو سعد کی سپہ سالاری میں عمرو بن الحجاج پانچ سو سواروں کا افسر بنا کر فرات کے کنارے خاص کر اسی غرض کے لئے متعین کیا گیا کہ حضرت امام اور ان کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچ سکے۔

(شہید کربلا قرآن کی روشنی میں ص ۱۲۶)

کیوں جناب اب بھی پانی کا بند کرنا تسلیم کرو گے یا نہیں ؟ یا اپنی عادت کے موافق سب راویوں کو کذاب لکھ لکھ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے چلے جاؤ گے ؛ خدا سے ڈرو خواہ مخواہ یزید اور یزیدیوں کی محبت میں جھوٹ لکھ لکھ کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو اور جو لکھ چکے ہو اس

سے توبہ نامہ شائع کرو۔ کیونکہ بزرگانِ دین کے علاوہ آپ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی کذّاب لکھ چکے ہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اب صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا حکم سُنیئے فرمایا رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بُرا نہ کہو۔ پس اگر ثابت ہو کہ ایک تم میں سے خرچ کرے۔ راہِ خدا میں مانند کوہ احد کے سونا نہ پہنچے ثواب اس کا مد ایک ان کے کو اور نہ آدھے مد کو۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔

فرمایا جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جس وقت کہ دیکھو تم ان لوگوں کو کہ بُرا کہتے ہیں میرے اصحاب کو پس کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔ اب فیصلہ تم کر لو کہ یہ خدا کی لعنت کا حکم کس پر جاری فرمایا جا رہا ہے۔ کیا تم بھی اس حکم کی زد میں آسکتے ہو یا نہیں؟ کیونکہ تم نے تو جلیل القدر صحابہ کو کذاب لکھ کر سخت بے ادبی کی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی بھی کی ہے۔

اب ایک مشہور حدیث شریف بخاری شریف سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے محرّم کی بابت پوچھا کہ وہ مکھی کو قتل کر دے تو کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ

انہوں نے رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کر دیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے دُنیا کے پھُول ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت امام کا کوفہ جانا خطا ہوتا اور امام برحق پر خروج ہوتا تو ان کا قتل کیا جانا حق تھا تو اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہ عراقیوں پر تعریض نہ کرتے بلکہ انہیں داد دیتے کہ تم نے اچھا کیا۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ یزید پلید باطل پر تھا اور امام عالیمقام کا اس کی بیعت سے انکار کرنا حق تھا اور امام کی شہادت خونِ ناحق تھی۔

اب ایک حوالہ خدام الدین لاہور ۲۰ر جولائی ۱۹۷۳ء صہ ۱۳ سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اور امام حسین کے لئے نازیبا کلمات خبثِ باطن کا پتہ دے رہے ہیں اور ایک بات یہ بھی ہے کہ امام حسین طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور ظالم حاکموں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جان دے دی۔ اس کے برعکس پنجابی نبی سامراجی آقاؤں کا حاشیہ بردار تھا۔ اس نے جہاد کی تنسیخ محض اس لئے کی۔ کہ سامراج کے خلاف اُٹھنے والی تحریکوں کو دبا دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جو سامراج کی اطاعت کے رنگ میں رنگین ہو وہ اسوہ حسین رضی اللہ عنہ کو تو کسی طرح نہیں اپنا سکتا۔ وہ اپنا غصہ اور دل کی بھڑاس کیچڑ اچھال کر ہی نکال سکتا۔

ایسے جابر اور فاسق بادشاہ کی عادتِ بد کی تغیر کے دو طریقے تھے ایک فعل سے ایک قول سے۔ دیگر صحابہ کرام نے قول سے کیا۔ امام عالیمقام نے فعل سے کیا۔ فعل سے کرنا افضل تھا لواسۂ رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان افضل پر عمل کرنا تھا وہی انہوں نے کیا۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ یزید کے جو حالات امام عالی مقام کے علم میں تھے۔ اس کے پیش نظر نہ اس کی خلافت درست تھی اور نہ فرمانِ رسُول کے پیش نظر امام کو خاموش رہنا ممکن تھا۔ تو امام عالی مقام نے جو کچھ کیا وہ سب حق کیا یزیدیوں نے امام کے خلاف جو کچھ کیا وہ سب ظلم و عدوان تھا۔ آیئے اب حدیث کریمہ سے امام عالی مقام کا حق پر ہونا ثابت کریں۔ حدیثِ اوّل مشکوٰۃ شریف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس اور ریش مبارک گرد آلود ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسُول اللہ کیا بات ہے۔ ارشاد فرمایا ابھی حسین کے مقتل میں تشریف فرما تھا۔ حدیث دوئم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن خواب میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دوپہر کے وقت زلف مبارک منتشر چہرہ انور پر گرد ہے۔ دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یارسُول اللہ میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے آج جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے یہ وقت خیال میں رکھا حضرت حسین اسی وقت شہید ہوئے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا مقتل میں تشریف لانا خون کے قطروں کا جمع فرمانا اس بات کی دلیل ہے، اور اصحاب امام کا ہر ہر قطرہ خونِ حمایت حق د باطل میں بہا ہے۔ لہٰذا ثابت

ہوا کہ امام عالی مقام حق پر تھے اور یزید اور یزیدی باطل پر تھے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جو تمام اولیاء کے سرتاج اور قبلہ اہل بلا اور قتیلِ دشتِ کربلا۔ اہلِ طریقت آپ کے درستی حال پر متفق ہیں کہ آپ امر حق میں خدا کے تابع تھے۔ جب امر حق مفقود ہوا تو آپ نے تلوار کھینچی اور جب تک جان عزیز کو خدا کے نام پر قربان نہ کر لیا۔ آپ کو اس وقت تک چین نہ آیا۔ حضور اقدس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ کی ذاتِ مقدس میں پائی جاتی تھیں اور وہ نشانیاں آپ ہی کے ساتھ مخصوص تھیں۔ (ظہر المطلوب ص۱۱۷)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام عالی مقام مظلوم شہید حق پر تھے اور یزید پلید اور تمام یزیدی باطل پر تھے اور اس دور کے تمام یزیدی علماء باطل پرست ہیں۔

بخاری شریف میں ہے ایک بار حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا لیا تھا اور فرما رہے تھے میرے ماں باپ تم پر قربان تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہنس رہے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوئم ص۲۱۴)

اور اسی جگہ بخاری شریف میں ایک حدیث اور بھی موجود ہے۔
جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپ کے اہل بیت (کی خدمت اور محبت میں) ہے۔ کیوں جناب آپ بھی تو صدیقی کہلاتے ہیں؟ جو یزید کی محبت میں اس درجہ خود رفتہ ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت اہلبیت کے ساتھ بھی آپکو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اہل بیت کی خدمت اور محبت میں ہے نہ کہ یزید کی محبت میں۔ اگر آپ واقعی صدیقی ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر اپنے صدیقی ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی سے باز آجائیں۔ خیر اسی میں ہے۔ کیونکہ حضرت امام عالی مقام جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور یہ ٹکٹ آپ کو آپ کے نانا پاک جناب رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے مل چکا ہوا ہے جس کو کوئی یزیدی چھین نہیں سکتا۔ لیکن آپ کے پاس کوئی جنتی ہونے کی سند نہیں۔ جب آپ کو اپنے جنتی یا دوزخی ہونے کا علم ہی نہیں، تو آپ کو جنتی نوجوانوں کے سردار پر نکتہ چینی کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں وہ خلیفہ برحق کے باغی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر خلیفہ برحق کے باغی ہوں تو وہ جنتی نہیں

ہو سکتے چہ جائیکہ جنّت کے جوانوں کے سردار ہوں ۔ اور اسی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یزید پلید خلیفہ برحق نہ تھا اور نہ اس کی خلافت درست تھی ۔ کیونکہ جنّت کے نوجوانوں کے سردار نے اس کی بیعت نہیں کی ۔ اسلئے کہ وہ فاسق و فاجر تھا ۔ اگر آپ بھی اپنی نجات چاہتے ہیں تو فاسق و فاجر ظالم شرابی کی حمایت سے باز آجائیں ۔ اور اہلِ بیت اطہار کی محبت اختیار کریں اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ نواسۂ رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان سے بھی گریز کریں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ گستاخانِ اہل بیت کی فہرست میں آپ کا نام بھی درج ہو جائے ۔

اب ذرا مولوی حسن محمدّ نوکھروی کی مزاج پرسی کی ضرورت ہے کیونکہ نوکھروی صاحب اپنی کتاب سیّدنا حسین اور امیر یزید میں لکھتے ہیں کہ سیّدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جاتا ہے ۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ باغیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہ کیا ۔ ہم پھر بھی سیّدنا علی المرتضےٰ کو خلیفہ برحق مانتے ہیں ۔ سیّدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سیّدنا زبیر دونوں عشرہ مبشرہ سے ہیں کو شہید کراتے ہیں مگر پھر بھی خلیفۂ برحق ہیں سیّدنا علی المرتضےٰ نے تقریباً ایک لاکھ صحابہ و تابعین کا خون بہایا مگر پھر آپ کی خلافت و حقانیّت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا ۔ سیّدنا علیؓ کی

خلافت میں کفّار کا ایک انچ بھی فتح نہیں ہوا۔ آپ کی خلافت کا سارا زور صحابہ و تابعین کے کشت و خون میں صرف ہوا۔ تاہم آپ کی خلافت خلافت تھی اور امارت امارت تھی حق کی خلافت اور حق کی امارت تھی۔

حنفیوں اور غیر حنفیوں کو بس بےچارا یزید ہی ہاتھ آیا۔

جو چاہا منہ سے کھول کر کہہ دیا جو چاہا قلم سے لکھ دیا۔ مکھی پر مکھی مارنا اس گروہ کا شیوہ بن گیا۔ حقائق کو پس پشت ڈال دیا۔ بے سر و پا روایتوں کو اپنا مذہب بنالیا۔ (سیدنا حسین اور یزید ص ۴۴)

ناظرین کرام غور فرمائیے لوکھروی صاحب کی اس تحریر کو بار بار پڑھیئے اور لوکھروی صاحب کے علم کی داد دیجئے۔ لیکن آپ کو پھر بھی سمجھ نہیں آسکتی کہ مصنّف کتاب کیا فرما رہے ہیں؟ یہ تو عجیب قسم کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ برحق اور خونِ ناحق؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ خلیفہ برحق بھی ہو اور خونِ ناحق کا حکم بھی کرے؟ اگر آپ مولا علی رضی اللہ عنہ کو واقعی خلیفہ برحق مانتے ہیں۔ تو خلیفہ برحق کا کوئی حکم اور کوئی کام کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کو کیا حق حاصل ہے؟ کہ خلیفہ برحق پر کشت خون ناحق کا الزام لگائیں اور آپ پر نکتہ چینی کریں اور یہ جو خلیفہ برحق پر الزام تراشی نکتہ چینی اور کشت و خون وغیرہ کا آپ نے

بہتان لگایا ہے۔ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ کونسی آسمانی وحی آپ کے پاس آرہی ہے؟ یہ ظلم عظیم ہے۔ جو کہ خلیفۂ برحق حضرت مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی شان میں سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ شاید یہ مصنّف کتاب خارجی ہے۔ نوکھروی صاحب کیا آپ جانتے ہیں کہ مولا علی حیدر کرار شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کون ہیں۔ اگر نہیں جانتے تو اب جان لو۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سرتاج ہیں۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد ہیں اور نوکھروی بدنصیب کو کیا علم ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ فرمایا جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ دوست اور ناصر ہر مومن کا ہے اور ایک حدیث میں ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ میں اس کا دوست ہوں پس علی دوست اس کا ہے یعنی جس کو میں دوست رکھتا ہوں پس علی رضی اللہ عنہ دوست رکھتا ہے اس کو۔ اور ایک حدیث میں ہے فرمایا رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں دوست رکھتا علی رضی اللہ عنہ کو منافق اور نہیں دشمن رکھتا

ان کو مومن یعنی مومن کامل۔ اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو شخص میرے اصحاب کو بُرا کہے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور طبرانی کی ایک روایت میں آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ جو انبیاء کرام کو بُرا کہے اس کو قتل کیا جائے اور جو میرے اصحاب کو بُرا کہے اس کو دُرّے لگائے جائیں۔

(شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری)

لوکھروی صاحب آپ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آپ کون ہیں ؟ آپ کی شخصیت کیا ہے ؟ وہ تو شہنشاہِ ولایت ہیں۔ وہ تو شیرِ خدا ہیں۔ وہ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کو تو رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جنّت کا ٹکٹ مل چکا ہے۔ وہ تو خیر القرون میں ہیں۔ آپ تو شر القرون میں ساڑھے تیرہ سو سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کو تو اپنے جنتی دوزخی ہونے ہونے کا کوئی علم نہیں ہے۔ ان کے دستِ مبارک میں تو جنت کا ٹکٹ موجود ہے جس کو کوئی یزیدی نہیں چھین سکتا۔ پھر آپ ایسی ذاتِ مقدس پر نکتہ چینی کر کے کیوں اپنی عاقبت کو خراب کر رہے ہو ؟ جبکہ آپ خود مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق مان چکے ہو۔ اگر آپ کو خلیفہ برحق مان کر بھی آپ نے بہتان تراشی نکتہ چینی کرنی ہے جیسے کر چکے ہو تو پھر آپ کو خلیفۂ برحق کیوں مانتے ہو ؟ ایسا عقیدہ تو منافقانہ

ہے۔ جس سے سوائے ذلت و رسوائی کے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے باز رہنا چاہیئے۔ آپ کی خیر اسی میں ہے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل حدیثوں میں موجود ہیں۔ یہ تو صرف چند حدیثیں نقل کی گئی ہیں کہ شاید آپ کے ہوش و حواس دُرست ہو جائیں، اور اس خارجی عقیدہ سے باز آجائیں۔

اور یہ جو صفحہ ۱۴۱ پر آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کو صحابہ میں درج کیا ہے۔ یہ تو امام صاحب پر سراسر بہتانِ عظیم ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔ یہ تو آپ کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے۔ اگر آپ اپنی جہالت کی وجہ سے صحابی کی شرطِ اوّل کو نہیں جانتے تو امام صاحب پر یہ بہتان کیوں لگاتے ہو۔ امام صاحب تو خوب جانتے ہیں کہ صحابی وہ ہوتا ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مُبارک کو ایمانی حالت میں اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہو۔ اور یزید پلید ۱۵ سال جناب رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۲۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ تو صحابی کیسے بن گیا؟ یہ سب یزید پلید کی محبّت کا آپ پر غلبہ ہے جس کی وجہ سے آپ بزرگانِ دین پر طرح طرح کے بہتان لگا کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو ہدایت کرے۔

صفحہ ۳۲ پر آپ لکھتے ہیں۔ اب عمرو بن سعد سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے اس کے سامنے تین شرائط پیش کیں کہ ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کر لو۔

۱۔ مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں جا کر جہاد کروں۔
۲۔ مجھے موقعہ دو کہ میں براہ راست یزید کے پاس پہنچ جاؤں۔
۳۔ مجھے واپس مکّہ جانے دو تا کہ باقی زندگی عبادت میں گذار دوں۔

عمرو بن سعد نے یہ تجویز منظور کر لی اور ابن زیاد کو بھیج دی۔
ابن زیاد ظالم نے لکھا کہ ہمیں یہ تجویز منظور نہیں۔ بس بات ایک ہی ہے کہ وہ میری بیعت کریں۔ ابنِ سعد نے یہی بات سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس پر آپس میں لڑائی چھڑ گئی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۷۱ جلد ۸)

لوکھروی صاحب آپ کے اسی حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ امام عالی مقام کسی حالت میں یزید کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ جیسے میں اس سے پہلے صدّیقی صاحب کی کتاب حادثۂ کربلا کا حقیقی پس منظر کے رد میں لکھ چکا ہوں اور مستند کتابوں کے حوالے دے چکا ہوں تو آپ کو یہ لکھنے کا کیا فائدہ ہوا؟ کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تا کہ آپ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ فاسق کی بیعت ہی نہ کرنے

کے لئے امام عالی مقام نے سارے کا سارا کنبہ خدا کی راہ میں قربان کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ اگر یزید کی بیعت کرنا ہی مقصود ہوتی۔ تو یزید کے نائب کے ہاتھ پر بھی ہو سکتی تھی۔ یزید کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر یزید کی محبت میں مرنے والوں کو اس راز کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

اب ایک اور بات کا جواب دیجئے اس کو آپ نے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ یزید نے ایک مرتبہ اور کہا۔ ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت، واللہ اگر میں حسین کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی شرائط پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور ہونا تھا جو ہو چکا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو لعنت ملامت تو کی۔ مگر اس کو سزا بھی کوئی نہ دی؟ یزید اُس ظالم قاتل کو کوئی سزا بھی تو دیتا، معزول کر دیتا یا کم از کم اس سے باز پرس ہی کرتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

یزید نے ابن زیاد پر لعنت تو کی اور اسے بُرا بھلا بھی کہتا رہا اس پر آئندہ کیا ہو گا (اور میرا کیا بنے گا) لیکن نہ تو اس ناپاک حرکت پر اسے معزول کیا۔ نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج دیا کہ وہی اس کی

طرف سے جاکر اس کا یہ شرمناک عیب اسے جتلائے اور قائل کرے۔

(البدایہ والنہایہ ص۲۰۳ ج۸)

کیوں جناب لوکھردی صاحب یہ بھی تو حافظ ابن کثیر ہی کی روایت ہے۔ ایسی روائتوں کو نقل کیوں نہیں کرتے؟ آپ تو مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرچکے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ باغیوں کا مقابلہ کرسکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ کیا یہی اعتراض یزید پر نہیں ہوسکتا تھا؟ کیوں نہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے خون کا بدلہ لیا گیا؟ کیا یزید میں یہ طاقت نہ تھی؟ مگر یہ سارا کام ہی یزید کے حکم سے ہوا تھا تو قاتلوں کو سزا کیوں دی جاتی؟ ابن زیاد کو بصرہ سے بلا کر یزید نے ہی کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا تھا جبکہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر ہی اسی کام کے لئے مقرر کیا گیا تھا تو ابن مرجانہ کو سزا کیسے ملتی؟ ابنِ زیاد نے جو کچھ کیا یزید پلید کے حکم سے کیا۔ تاریخ کی بے شمار کتابیں یزید کے ظلم وستم کی اب تک شہادت دے رہی ہیں۔

اور پھر تھوڑے ہی عرصے بعد مختار نے امام عالی مقام کے قاتلوں کو چُن چُن کر قتل کیا اور طرح طرح کی سزائیں دے کر ان سب کو جہنم واصل کیا مگر یزید کسی قاتل کو سزا نہ دے سکا اور یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے۔

کہ امام عالی مقام اور اہلِ بیت اطہار کا اصل قاتل یزید ہی تھا اور اسی کے حکم سے یہ ظلمِ عظیم ہُوا۔ جس کو میں نے اسی کتاب میں مستند حوالوں سے ثابت کر دیا ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی پیش کر چکا ہوں۔ جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ معرکۂ کربلا کے وقت حق تعالےٰ کس طرف تھا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ میزان عدل پر تھا۔ آخر کار یزید کے ظلم و تشدّد پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر غالب آیا۔ (بستان المحدثین ص۳۵۱)

اصل میں حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید اور یزیدیوں کے مقابلہ پر کھڑا ہونا نہ طلبِ خلافت کے لئے تھا، نہ حصولِ جاہ و اقتدار کے لئے۔ بلکہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لئے تھا۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوائے خلافتِ راشدہ کی بنا پر نہ تھا۔ جو تیس سال گذر لینے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بنا پر اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی اعانت واجبات (دین) میں سے ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص۲۱/۱)

ے قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب شانِ حبیب الرحمٰن کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت امام حسین اس لئے سیّد الشہداء ہیں کہ از آدم تا ایں دم کسی نے ان جیسی مصیبتیں نہ اٹھائیں ۔ کربلا کے میدان میں غازی بھی تھے پردیسی مسافر بھی اور مہاجر بھی تین دن کے متواتر روزہ دار بھی بچوں اور گھر بار کو راہِ الٰہی میں لٹانے والے بھی ۔ انوکھے نمازی بھی کہ عین نماز میں شہید ہوئے ۔ چونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ حسن و حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور چاہیئے یہ کہ سردار میں سارے ماتحتوں سے زیادہ کمال ہوں ۔ اس سے پہلے بظاہر حضرت حسین نہ مہاجر تھے نہ مُجاہد نہ غازی اگر اسی حالت میں ان کے سر پر سرداری کا عمامہ باندھ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ کوئی جنتی سمجھتا کہ ہمارے سردار میں فلاں کمال نہیں ۔ مرضی الٰہی تھی کہ ایک کربلا میں یہ سارے منازل طے کر لئے جائیں ۔ آپ کا ہر وصف نرالا ہے ۔ نہ آپ جیسا کوئی نمازی گذرا نہ روزہ دار نہ غازی اور نہ ایسا جلوس کسی کا نکلا ۔ سب لوگ نماز کے لئے یا وضو کریں یا تیمم مگر آپ

کی آخری نماز وہ تھی جس کیلئے نہ وضو تھا نہ تیمم۔ جب پانی پینے ہی کو نہ تھا تو وضو کا ہے سے کرتے اور رہا تیمم تو تیمم ہاتھ سے ہوتا ہے منہ اور کلائی پہ ہوتا ہے اور خشک مٹی سے ہوتا ہے۔ مگر وہاں زخموں سے نہ چہرہ محفوظ تھا نہ کلائی اور جب ریت پر ہاتھ مارا تو وہ خون کیچڑ بن گیا۔ اب بتاؤ تیمم کیسے کریں۔

ے نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

ایک حدیث پاک میں ہے۔ کہ
جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو کوئی مدینہ والوں سے مکر وفریب کرے گا وہ نمک کی طرح گھل گھل کر ہلاک ہوگا۔ کیا یہ پیشگوئی یزید پر نہیں صادر آتی کہ تھوڑے ہی دنوں بعد دِق وسل کی بیماری میں گھل گھل کر تباہ وہلاک ہوا۔"

ے نہ زیاد کا وہ ستم رہا نہ یزید کی وہ رہی جفا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

---

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

# حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) غیروں کی نظر میں!

**مسٹر جیمس کارکرن :- (عیسائی)** "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے۔ لیکن کئی شخص ایسے گزرے ہیں۔ جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں۔ بہادری میں اول درجہ کا مرتبہ حسینؑ بن علی کا ہے کیونکہ میدان کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی کی حالت میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لے گا۔ جو تاریخ سے واقف نہیں۔"

**مسٹر آرتھر این ومشن ۔ سی ۔ آئی ۔ ای :-**

"حسینؑ میں صبر و استقلال، زور اخلاق کے وہ اعلیٰ جوہر اور کمالات موجود تھے۔ جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے حسینؑ کی ذات خود ایک معجزہ ہے۔ حسینؑ کی بہادری اور شجاعت کی مثال شاید ہی دنیا کبھی پیش کر سکے۔ اقوام عالم کی تاریخ کبھی کوئی ایسا سورما پیش نہ کر سکی۔ جو ہزاروں سے یکہ و تنہا لڑا ہو۔ اور برضاؤ رغبت لڑ مرنے پر تیار ہو گیا ہو۔"

**سر چارج ٹلمس (عیسائی) :-**

"کون ہے۔ جو امام حسینؑ کی حق و صداقت کو بلند کرنے والی اس لڑائی کی تعریف کئے بغیر رہ سکے گا۔ دوسروں کے لئے جینے کا اصول اور کمزور دل دکھیاروں کی امداد کو اپنا مقصد حیات بنانے کی بے نظیر مثال امام حسینؑ کی بے لوث شخصیت سے زیادہ روشن اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جنہوں نے اپنی تیز اپنے محبوب ترین عزیز (عزیز ہوں) اور ساتھیوں کی جان کی بازی لگا دی۔ لیکن ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حدیث قیصر (قسطنطنیہ) کا صحیح مفہوم

ام حرام سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ دریا میں جنگ کرینگے ان کے لئے جنت واجب ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ میں ان ہی میں ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تم انہی میں ہو۔ ام حرام کہتی تھیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر (شاہ روم) کے پایہ تخت میں جنگ کریں گے۔ وہ مغفور ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں ہوں۔ فرمایا نہیں۔ (تجرید البخاری مترجم ص ۵۴۷)

اس حدیث پاک کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے لئے موجودہ دور کے جید علماء کرام کے ارشادات نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے پہلے حضرت علامہ الحاج ابو داؤد مولانا مفتی محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کا بیان نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ "آج کل یزیدی خارجی ٹولہ جس کی ترجمانی دیوبندی وہابی مکتب فکر کر رہا ہے۔ اپنی تقاریر و کتب و رسائل میں بخاری شریف کی ایک روایت کی آڑ میں یزید کو قطعی جنتی ثابت کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مار رہا ہے حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی و مغالطہ ہے۔ زیر بحث حدیث کا مضمون یہ ہے۔ میری امت کا جو پہلا لشکر دریا میں جہاد کریگا۔ (اوجبوا) اس نے اپنے لئے جنت واجب

کرلی۔ پھر فرمایا۔ میری امت کا جو پہلا لشکر مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کریگا وہ مَغْفُور لَهُم ہوگا۔ (اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (بخاری شریف ص۴۱۰)

اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ اور یزیدی ٹولہ دوسرے حصہ سے یزید کو قطعی جنتی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس میں یزید کا نام ہے۔ نہ لفظ جنت مذکور ہے۔

**مقام تعجب ہے:۔** کہ یزید پلید نے فضائلِ اہلِ بیت، فضائلِ صحابہ، فضائلِ مدینہ فضائلِ مکہ واحکام شرعیہ پر مشتمل جن بے شمار احادیث کی صریح مخالفت وسنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ حامیانِ یزید کو ان احادیث کا تو کوئی احترام دیا اس نہیں۔ اور دفاتر احادیث میں ان کی نظر اگر پڑتی ہے۔ تو صرف اس ایک حدیث پر جس میں ان کے بقول ان کے ممدوح کا قطعی جنتی ہونا مذکور ہے۔

**وائے ناانصافی:۔** وبددیانتی۔ بہرحال اب حدیث زیر بحث کے متعلق جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

**اوّل:۔** پیش نظر حدیث اہل سنت وجماعت کے مسلک کے مطابق نبیٔ غیب دان کے علم غیب شریف کی ایک واضح دلیل ہے۔ کہ آپ نے بعد میں ہونے والے واقعات کا مدتوں پہلے بیان فرما دیا۔ کیا مداحانِ یزید ومنکرین علمِ غیب اس حدیث کی بنا پر علم غیب پر بھی ایمان لائیں گے؟

**دوم:۔** حضرت مولانا موصوف نے ایک عظیم الشان نکتہ بیان فرما کر حدیث شریف کا صحیح مفہوم بیان فرما دیا۔ (سبحان اللہ) فرماتے ہیں۔ اگر مغفور لھم کے تمام شرکاء بھی پہلے لشکر کی طرح جنتی ہیں۔ تو پھر ان کے متعلق اوجبوا کیوں نہیں فرمایا۔ جب حضور نے پہلے لشکر کے متعلق اوجبوا اور دوسرے کے متعلق مغفور لھم فرما کر فرق

فرما دیا۔ تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ دوسرے لشکر کو قطعی جنتی قرار دے کر مغفور لہم کا مفہوم بھی اوجبوا کی طرح بیان کرے۔ یہ بھی آپ کے علم غیب کا مظاہرہ ہے۔ کہ بعض اقوال کی بنا پر جس دوسرے لشکر میں یزید تھا۔ اس کے متعلق صرف مغفور لہم فرمایا ہے پہلے لشکر کی طرح اوجبوا نہیں فرمایا۔ کہ انہوں نے اپنے لئے جنت واجب کر لی ہے۔ تاکہ کوئی یزید کے جنتی ہونے کی دلیل نہ پکڑے۔

**سوم:۔** امام ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین عینی اور امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر محدثین و شارحانِ بخاری میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یزید کا قطعی جنتی ہونا مراد نہیں لیا۔ بلکہ ابن مہلب کے اس قول کا تعقب و ردّ فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث میں یزید کی منقبت ہے۔ اور یہ تصریح فرمائی ہے کہ مغفور لہم کا مصداق وہی ہوگا۔ جس میں شرط مغفرت موجود ہوگی۔ اور (یزید کی طرح) عموم میں کسی کا دخول اس کو لازم نہیں کہ وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہو۔ کیا چودھویں صدی کے حامیانِ یزید ملاں مذکورہ محدثین و شارحانِ بخاری کی بہ نسبت حدیث بخاری کو زیادہ سمجھتے ہیں؟

**چہارم:۔** شارحین بخاری کے ردّ و تعقب کے علاوہ ابنِ مہلب کا قول خود نامکمل و تشنہ ہے۔ جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت واقعہ حرّہ و کربلا کے بعد یزید کے متعلق ان کا پورا مؤقف سامنے نہ لایا جائے۔ اس وقت تک ان کا نامکمل قول بذات خود کوئی حجت نہیں۔ الغرض حدیث زیر بحث سے یزید کا قطعی جنتی ہونا قطعاً ثابت نہیں۔ یہ محض حامیانِ یزید کی غلط فہمی و غلط بیانی ہے۔ قطعی جنتی امامِ حسین ہے۔ جو جوانانِ جنت کا بھی سردار ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

ناظرین حضرات یہ تھوڑا سا مضمون میں نے آپ کے اشتہار جو آپ نے حدیث قسطنطنیہ کے متعلق شائع کیا ہے۔ اور بہت سے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ یزید پلید کا قطعی جنتی ہونا اس حدیث شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں کئی بار چھپ کر پاکستان اور بیرون ممالک کے کئی شہروں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ جو مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ سے مل سکتا ہے۔ منگا کر ضرور بر ضرور ملاحظہ فرمایئے۔

## فتویٰ:۔ یزید پلید پر لعنت کرنا جائز ہے۔

(مفتی غلام رسول صاحب۔ مدرس دارالعلوم نقشبندیہ علی پور سیداں شریف)

## حدیث قسطنطنیہ

سائل نے جو حدیث قسطنطنیہ پیش کی ہے اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری باب الجہاد ص ۴۰۹ میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عباد ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو لشکر رومیوں کے ساتھ جہاد کو گیا۔ وہ مغفور لہم ہے یعنی ان کی مغفرت کی بشارت ہے۔ اس حدیث میں یزید کا لفظ تک نہیں ہے۔ البتہ امام بدرالدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں۔ کہ یہ لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ اور امیر لشکر سفیان بن عوف تھے۔ یزید نہیں تھا۔ اور اس لشکر میں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن عمر وغیرہ تھے۔ ان اکابر صحابہ کا یزید کیسے سردار بن سکتا تھا۔

علامہ عینی کہتے ہیں۔ کہ میں کہتا ہوں کہ بہت ظاہر یہی ہے۔ کہ یہ کبار صحابہ سفیان بن عوف کے ساتھ تھے۔ یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں تھے۔ اور نہ ہی یزید ان کا سپہ سالار تھا۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ یزید اس لشکر میں موجود تھا۔ تو پھر بھی یزید اس بشارت عظمیٰ (مغفور لہم) سے اس طرح خارج ہے۔ جیسے کہ وہ لوگ خارج ہیں۔ جو اس جنگ میں شامل ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے ارتداد کیا۔ لہذا یہ حدیث مقید ہے۔ بایں معنی کہ ان کے لئے مغفرت ہے۔ جو کہ ایمان پر فوت ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المومنین کہا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگوائے۔ اگر یزید مومن ہوتا تو اُسے امیر المؤمنین کہنے میں کیا حرج تھا؟ جبکہ یزید اپنے وقت میں حاکم بھی تھا۔ گویا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یزید کو مومن نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لئے مومن کا امیر کہنے سے اس کو کوڑے لگوائے۔ بہر صورت حدیث مقید ہے۔ جیسے کہ علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے۔ اور یزید مغفور لہم کی بشارت سے خارج ہے۔ اور یزید پر لعنت اور اس کی تکفیر جائز ہے۔

(مفتی) غلام رسول صاحب
دار العلوم نقشبندیہ علی پور سیداں شریف

ناظرین حضرات اب میں حدیث قیصر (قسطنطنیہ) کے متعلق دیوبندی حضرات کے حکیم الاسلام مولوی محمد طیب صاحب کا بیان نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

"یہ حدیث عام ہے۔ اور بلا شبہ اس کا وعدۂ مغفرت بھی جہاد قسطنطنیہ کے ہر شریک کے لئے عام ہے۔ جن میں یزید بھی داخل ہے مگر انہی قدرتی شرائط کے ساتھ جو طبعاً ایسے مواقع پر قواعد شرعیہ کے تحت ملحوظ ہوتی ہیں۔ مثلاً حدیث نبوی میں ارشاد ہے۔ اُمتی اُمۃٌ مرحومۃٌ میری اُمت اُمت مرحومہ ہے۔ (جس کے تمام افراد کے لئے جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ رحمت اور مغفرت موعود ہے) مگر اسی شرط کے ساتھ کہ وہ اُمت اجابت میں شامل رہیں اگر معاذ اللہ کوئی مرتد ہو کر امت دعوت میں چلا جائے۔ تو دوسری نصوص سے اس حدیث کی تخصیص ہو جائے گی۔ اور وہ فرد اس وعدہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس سے اس حدیث کا یہ وعدہ قدرتی طور پر بشرط بقاءً اجابت ہو گا۔ مطلقاً نہ ہو گا۔ اسی طرح یہاں بھی جہاد قسطنطنیہ کے سب شرکاء کے لئے وعدۂ مغفرت عام ہے۔ مگر اسی طبعی شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ انہی قلبی کیفیات واحوال اور باطنی نیات و جذبات پر باقی رہیں جن کے ساتھ انہوں نے اس وقت جہاد کیا تھا۔ لیکن بعد میں اگر کسی کے قلبی احوال بگڑ جائیں اور تقویٰ کے وہ مقامات باقی نہ رہیں۔ جو بوقت جہاد تھے۔ تو طبعاً وہ حکم مغفرت بھی اس خاص فرد کے حق میں باقی نہ رہے گا۔ مثال کے طور پر مسلم و بخاری ہی کی ایک روایت کو لے لیجئے۔ کہ آدمی اہل جنت کا عمل کرتے کرتے جنت سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس میں اور جنت میں بالشت بھر کا فصل رہ جاتا ہے۔ مگر نوشتۂ تقدیر

سامنے آجاتا ہے۔ اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور ایسے ہی برعکس ظاہر ہے۔
کہ یہ جنت ونار کی انجام کار تبدیلی احوال کی تبدیلی ہی پر دائر ہے۔ اندریں صورت
اس شخص کی نیکی کرتے رہنے کے دور میں ہر شخص اسے یہی کہے گا کہ فلاں آدمی
تو جنتی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو جنتی درحقیقت اس آدمی کو نہیں کہا تھا۔
بلکہ اس کے احوال واعمال کو کہا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدل کر جہنمی ہو جائیں گے
جب ہی پہلا حکم بدل جائیگا۔ اور یہ شخص بھی جہنمی کہلانے لگے گا۔ ٹھیک اسی
طرح جہاد قسطنطنیہ والی حدیث بشارۃ مغفرت کے عموم میں یزید بھی شامل تھا
جس کے معنٰی یہ تھے۔ کہ اس کے اس وقت کے احوال واعمال مقبول یا
مغفور تھے۔ جب وہ بدلے تو طبعاً وہ بشارت بھی اس کے حق میں باقی نہ
رہی۔ اب اگر بدلے ہوئے حالات میں بھی کوئی پہلے ہی حکم کی رٹ لگائے جائے۔
تو یہ شریعت کے اصول وقوانین کا معارضہ ہے۔ پس جب یزید کا اچھا حال
تھا۔ بشارت قائم تھی۔ جب بدل گیا۔ تو بشارت بھی اٹھ گئی۔ جہاد قسطنطنیہ
کے وقت کے احوال وجذبات اور تھے۔ تو بشارت مغفرت دے دی گئی۔ اور
بعد کے حالات اور تھے۔ تو وہ بشارۃ باقی نہ رہی۔ جس کے یہ معنی ہوئے۔
کہ وہ تبشیر مغفرت پہلے ہی سے ان احوال کے ساتھ مشروط تھی۔ جو قضا
مُعلق کی شان ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ واقعات سے اقرب اس
حدیث کی تشریح یہ ہے۔ کہ جہاد قسطنطنیہ سے یزید کی سالقہ سیآت کی مغفرت
کردی گئی۔ تو وہ مغفور لہم میں حقیقتاً داخل ہو گیا۔ لیکن بعد کی سیآت
کی مغفرت کا اس میں کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لئے آئندہ کے فسق کا

حکم دوسرا ہوگا۔ اس صورت میں مغفور لہم کو ایسا ابدی حکم سمجھنا کہ یزید کے مرتے دم تک کے تمام فسق و فجور کی مغفرت ہوگئی۔ یا وہ ہمیشہ کے لئے سیئات سے محفوظ اور معصوم بنا دیا گیا محض ذہنی افتراع ہے۔ حدیث کا مدلول نہیں۔
(شہید کربلا اور یزید ص ۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۵ مصنف قاری محمد طیب صاحب)
مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

---

ناظرین حضرات میں نے یہ چند حوالے موجودہ دور کے جید علماء کے قلم سے لکھے ہوئے اس لئے نقل کئے ہیں۔ کہ چونکہ موجودہ دور کے یزیدی ملاؤں نے بھی اسی دور میں یزید پلید کو اسی حدیث شریف سے قطعی جنتی ثابت کرنے کے لئے بہت شور مچا رکھا ہے۔ اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یزید پلید نے بعد میں کیسے کیسے ظلم وستم کئے ہیں۔ جن کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ان کی کوئی کیفیت بھی بتلائی جا سکتی۔ جس کا تھوڑا سا حال اسی کتاب میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

دیوبندی حضرات کے اکابر میں سے مفتی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا بیان میں نے اس لئے نقل کیا ہے۔ کہ یزیدی خارجی گروہ کی ترجمانی دیوبندی وہابی مکتب فکر ہی کر رہا ہے۔ شاید اپنے مفتی کا یہ بیان پڑھ کر ہی یہ لوگ یزیدی خارجی گروہ کی حمایت سے باز آجائیں۔ اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ نہ کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔